شمارہ ۱ | صلح ۱۳۴۹ ھش | جلد ۱۱
جنوری ۱۹۷۰ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان



# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

# فہرستِ مضامین



پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصاراللہ دارالصدر جنوبی ربوہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ

صلح ۱۳۴۹ھ ش



# عظیم الشّان نشانِ آسمانی اور اس کا مہتم بالشّان ظہور

## دُور دراز علاقوں سے مخلص و فدائی احباب کی دیوانہ وار آمد

اللہ تعالیٰ جب اصلاحِ خلق کے لئے دنیا میں کسی مامور کو مبعوث فرماتا ہے تو اس کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح آشکار کرنے کی غرض سے پے درپے عظیم الشان نشان ظاہر فرماتا ہے۔ ہر چندکہ اُس مامور کا اپنا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک مجسّم قدرت ہوتا ہے اور بہت سے سعید الفطرت جو نورِ فراست سے مزیّن ہوتے ہیں اُسے دیکھتے ہی شناخت کرلیتے ہیں اور اس پر ایمان لانے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں کرتے تاہم ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہوتی کہ جو نورِ فراست سے پورے طور پر بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے نشانوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے مامور کو فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے تحت بہت سی غیب کی خبریں دیتا ہے جو اپنے وقت پر پُوری ہو کر اُس کی صداقت کو اِس طور پر آشکار کر دکھاتی ہیں کہ مخالف سے مخالف کے لئے بھی انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ایسے مخالفین ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسکے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن دل ان کے بھی گواہی دے اُٹھتے ہیں کہ غیب کی جو خبریں یہ دیتا ہے وہ پُوری ضرور ہوتی ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِس آخری زمانہ میں اسلام کی نصرت اور اس کے غلبہ کی خاطر ایک عظیم الشان مامور کی حیثیت سے مبعوث فرمایا مامور من اللہ کی صداقت کے ایک بہت بڑے نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"راستباز اور مامور من اللہ کی صداقت کا بڑا نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو غیب کی خبریں دیتا ہے اور پھر ان خبروں میں ایک طاقت ہوتی ہے جو دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ نجومی جو خبریں دیتا ہے اُن میں وہ طاقت اور جبروت نہیں ہوتی جو مامور کی خبروں میں ہوتی ہے۔ علاوہ بریں مامور کی خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ فراست اور قیافہ پر ان کی بناء نہیں ہو سکتی۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّی زندگی میں جو بالکل بے سروسامانی اور بے کسی کی زندگی تھی اپنی کامیابی اور دشمنوں کی ناکامی ونامرادی کی پیشگوئی کی تھی۔ کیا کوئی عقلمند اور ملکی مدبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس وقت کی حالت کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ شخص کامیاب ہو جائے گا اور وہ قوم جو اس کی مخالفت پر آمادہ ہے ذلّت کے ساتھ نامراد رہے گی؟ پھر دیکھ لو کہ انجام کیا ہوا پس یہ ایک زبردست نشان مامور کو دیا جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص۱۳۶)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مامور کی حیثیت سے مبعوث فرمایا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بھی بڑی کثرت سے غیب کی خبریں ظاہر فرمائیں۔ ان میں سے بعض خبریں وقتی نوعیت کی تھیں جو فوراً ہی پوری ہو کر بہتوں کو راہِ راست پر لانے کا موجب بنیں۔ بعض خبریں کچھ عرصہ بعد پوری ہوئیں اور بعض آئندہ اپنے وقت پر پوری ہوں گی لیکن بعض خبریں دائمی نوعیت کی حامل تھیں چنانچہ وہ اس وقت سے ہی پوری ہوتی چلی آرہی ہیں اور آئندہ بھی تا قیامت پوری ہوتی چلی جائیں گی اور ایک دنیا اُن کے دائمی اور مسلسل ظہور کو دیکھ کر راہِ راست پر آتی چلی جائے گی۔ غیب کی یہ خبریں بالعموم وہ ہوتی ہیں جن کی اللہ تعالیٰ اپنے مامور کو بار بار اور بتکرار خبر دیتا ہے۔ غیب کی ایک ایسی ہی خبر کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار دی گئی تھی اور جو بار بار (اور ہر بار پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ) پوری ہوتی چلی آرہی ہے ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔



---

وہ خبر جس کا ہم فی الوقت ذکر کرنا چاہتے ہیں اوّلاً آپ کو دعویٰ ماموریت سے بھی بہت پہلے یعنی سنہ ۱۸۸۲ء میں دی گئی تھی۔ پھر دعویٰ ماموریت کے بعد بھی قربِ وفات تک یہ خبر آپ کو بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی اور ہر بار پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ پوری ہوتی رہی اور انشاء اللہ آئندہ بھی پوری ہوتی چلی جائے گی۔ وہ خبر جیسا کہ آپ نے براہین احمدیہ میں رقم فرمایا یہ ہے:۔

يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ يَأْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

یعنی دُور دراز جگہوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور جن راستوں سے آئیں گے
وہ راہ عمیق ہو جائیں گے۔ پھر اُن کے فرو کش ہونے اور اُن کے کھانے پینے کے لئے
جس قدر سامان اور انتظام ضروری ہوگا وہ سب مہیا کیا جائے گا۔

یہ خبر آپؑ کو ایسے وقت میں دی گئی کہ آپؑ بالکل گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے کسی کا آپؑ کے پاس آنا تو کجا کوئی آپؑ کو جانتا بھی نہ تھا حتیٰ کہ کوئی ایک آدھ خط آپؑ کے نام سال بھر میں آتا ہو تو ہو ورنہ بالعموم آپؑ کے نام خط بھی نہ آتا تھا۔ اُس وقت دوسرے تو الگ رہے خود آپؑ یہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ ایک دُنیا آپ کی طرف کھنچی چلی آئے گی۔ دعویٰ ماموریت کے بعد جب برصغیر کے کونہ کونہ اور بیرونی ممالک سے آپؑ کی خدمت میں لوگ آنے شروع ہوئے تو آپؑ نے خیال کیا کہ یہ بشارت پُوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپؑ نے متعدد بار اپنی کتب اور ملفوظات میں اِس کا ذکر فرمایا لیکن بعد ازاں جب بار بار یہی الہام ہوا تو آپؑ نے لکھا کہ اِس الہام کا بار بار ہونا ظاہر کرتا ہے کہ یہ الہام آئندہ بہت زیادہ وسیع پیمانہ پر زیادہ قوت اور شان کے ساتھ پُورا ہونا مقدر ہے۔ چنانچہ جب آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے اذن کے ماتحت جلسۂ سالانہ کی بنیاد ڈالی اور اِس ضمن میں آپؑ کو یہ بشارت ملی کہ "اِس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی" تو اِس الہام کے دائمی طور پر سال بہ سال اور ہر سال پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ پُورا ہوتے چلے جانے کا آغاز ہوا۔ چنانچہ آپ نے ایک موقعہ پر اِس نشان کی دائمی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔



"یہ نشان جو مَیں نے ابھی پیش کیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ایسا زبردست ہے کہ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۷)

چنانچہ آج کون نہیں جانتا کہ ہر سال جلسۂ سالانہ کے موقع پر یہ نشان بڑی شان کے ساتھ پُورا ہوتا ہے اور ہوتا بھی ہے پہلے سے بڑھ کر شان اور آب و تاب کے ساتھ ہر سال ہی ایک لاکھ کے قریب عشاقِ مسیح پاک علیہ السلام آپؑ کی اُس دائمی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جو آپؑ نے جلسۂ سالانہ کے تعلق میں آج سے ۸۰ سال قبل بلند کی تھی دیوانہ وار مرکز میں کھنچے چلے آتے ہیں وہ ملک کے کونے کونے سے ہی نہیں بلکہ مشرق و مغرب کے دُور دراز ممالک سے ہزارہا میل کی مسافت طے کر کے راستے کی صعوبتیں اور سردی کی شدت برداشت کرتے ہوئے عجیب والہانہ انداز میں دیوانہ وار کھنچے چلے آتے ہیں اور اِس طرح اُس خدائی وعدہ کے پُورا ہونے میں حصہ دار بنتے ہیں جس کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

گمنامی اور کس مپرسی کی حالت میں یہ بشارت دی تھی کہ دُور و دراز علاقوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور اس کثرت سے آئیں گے کہ جن راستوں پر چل کر وہ تیرے پاس پہنچیں گے وہ راہ عمیق ہو جائیں گے۔ یہ وہ عظیم الشان نشان ہے جو ہر سال پہلے سے بڑھ کر شان اور آب و تاب کے ساتھ پُورا ہوتا ہے اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرنے اور بہتوں کو قبولِ حق کی سعادت سے بہرہ ور کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔



---

بحمد اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کا ۷۸ واں جلسہ سالانہ بھی (جو ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں دُعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول میں روایتی شان اور آب و تاب کے ساتھ منعقد ہوا اور قریباً ایک لاکھ عشاقِ مسیح پاک علیہ السلام کو عظیم الشان روحانی نعمتوں، حقائق و دقائق اور علوم و معارف سے مالامال کرنے کا موجب بنا) اس امر کا ایک زندہ اور درخشندہ و تابندہ ثبوت تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آج سے قریباً نوّے سال قبل انتہائی گمنامی کی حالت میں "يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" کی بشارت سے نواز کر رجوعِ خلائق کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ سال بہ سال ہی نہیں بلکہ ہر سال پہلے سے بھی بڑھ کر شان اور آب و تاب سے پُورا ہوتا چلا آ رہا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اُس قادر و عزیز صادق الوعد خدا کا وعدہ ہے جس کی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں اور جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور جس بات کے کرنے کا وہ ارادہ کرے دنیا کی کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔



اللہ تعالیٰ نے دنیا کے دُور و دراز علاقوں سے مختلف اقوام کے لوگوں کے بکثرت آنے کی بشارت دی تھی اور دی بھی تھی اس حال میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس وقت قادیان سے باہر کوئی جانتا تک نہ تھا اور آپؑ یکسر گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اُس وقت اس امر کا بظاہر کوئی امکان ہی نظر نہ آتا تھا کہ اطراف و جوانبِ عالم سے لوگ جوق در جوق آپؑ کے پاس کھنچے چلے آئیں۔ لیکن ہمارے قادر و عزیز اور صادق الوعد خدا نے نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس وعدہ کو آب و تاب سے پُورا فرمایا بلکہ آپؑ کے وصال کے بعد بھی خلافتِ حقّہ کی برکت سے وہ سال بہ سال اسے پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ پُورا کرتا چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ امسال بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر مشرقی اور مغربی پاکستان کے کونہ کونہ سے ہی نہیں بلکہ غانا، تنزانیہ، زیمبیا، کویت، ابوذہبی، افغانستان، انگلستان، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ ممالک سے لوگ دیوانہ وار کھنچے چلے آئے حتیٰ کہ جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ تک جا پہنچی۔

پھر دنیا کے مختلف ممالک میں بود و باش رکھنے والے ہزاروں ہزار احباب ایسے بھی تھے جو اپنے حالات کی وجہ سے ربوہ تو نہ آسکے لیکن ان کی رُوحیں تڑپ رہی تھیں اِس آرزو میں کہ کاش اُن کے لئے بھی یہ ممکن ہوتا کہ وہ مرکزِ سلسلہ میں پہنچ کر اور جلسہ میں شمولیت اختیار کرکے اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل کر سکتے۔ چنانچہ ایسے دُور اُفتادہ ہزاروں ہزار احباب میں سے سینکڑوں احباب نے تاروں وغیرہ کے ذریعہ جلسہ کے انعقاد پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں مبارکباد عرض کرنے اور دُعا کی درخواست کرنے کی سعادت حاصل کی۔ چنانچہ اِس موقع پر جزائر فجی، انڈونیشیا، ملائشیا، سنگاپور، برما، سیلون، بھارت، ایران، جنوبی یمن، کویت، دوبئی، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، ماریشس، نائیجیریا، غانا، سیرالیون، لائبیریا، گیمبیا، ترکی، ڈنمارک، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، سپین، انگلستان، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ ممالک کے پچاس سے زائد شہروں سے بے شمار برقی پیغامات موصول ہوئے جن کے خلاصے جلسہ سالانہ کے دو مختلف اجلاسوں میں سنائے گئے۔
اِس طرح ان سب احباب کو بھی ہزاروں ہزار میل دُور ہونے کے باوجود روحانی طور پر جلسہ میں شریک ہونے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آج سے نوّے سال قبل جو بشارت دی تھی وہ پُوری نہیں ہوئی۔ زمین و آسمان اور ان میں بسنے والی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اِس امر کی عینی شاہد ہے کہ یہ بشارت نہ صرف ماضی میں پُوری ہوئی بلکہ مسلسل پُوری ہوتی چلی آرہی ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک پُوری ہوتی چلی جائے گی۔ مسیح پاک علیہ السلام کی صداقت کا یہ نشان بلاشبہ ایسا زبردست ہے کہ کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ ایک سال کے بعد دوسرا سال آتا چلا جائے گا اور ہر سال ہی دنیا کے کونہ کونہ سے لوگ جوق در جوق آتے چلے جائیں گے حتّٰی کہ ہمارے مقدس و بابرکت، الٰہی جلسہ سالانہ میں قوموں کی قومیں آ شامل ہوا کریں گی۔ اقوامِ عالم کے نمائندوں کے آنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی چلی جائے گی اور اِس طرح روئے زمین پر اسلام کا غلبہ نمایاں سے نمایاں تر ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اسلام پُورے کرۂ ارض پر غالب آجائے گا اور زمین اپنے رب کے نُور سے بھر جائے گی۔ ایسا ہوگا اور ہو کر رہیگا اس لئے کہ خدائی تقدیر کو بروئے کار آنے سے کوئی روک نہیں سکتا ✦

# تقرر عہدیداران مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ

## بابت ۱۳۴۹ ہش ۱۹۷۰ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مندرجہ ذیل اصحاب کو اراکینِ مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ برائے سال ۱۳۴۹ ہش (۱۹۷۰ء) مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

**اراکینِ خصوصی:-**

۱۔ محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب

۲۔ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

**اراکینِ عمومی:-**



| | |
|---|---|
| ۱۔ قائد عمومی | محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے |
| ۲۔ قائد اصلاح و ارشاد | محترم مولانا ابوالعطاء صاحب |
| ۳۔ قائد ایثار | محترم نسیم سیفی صاحب |
| ۴۔ قائد تربیت | محترم شیخ مبارک احمد صاحب |
| ۵۔ قائد ذہانت و صحتِ جسمانی | محترم صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب |
| ۶۔ قائد مال | محترم چوہدری ظہور احمد صاحب |
| ۷۔ قائد تعلیم | محترم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب |
| ۸۔ قائد تجنید | محترم چوہدری فضل احمد صاحب |
| ۹۔ قائد تحریکِ جدید | محترم چوہدری شبیر احمد صاحب |
| ۱۰۔ قائد وقفِ جدید | محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب |
| ۱۱۔ قائد اشاعت | محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی |
| ۱۲۔ آڈیٹر | محترم صوفی غلام محمد صاحب |

محمد ابراہیم سپرنٹنڈنٹ دفتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۳۰.۱۲.۶۹

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو

## امن اس وقت آتا ہے جب انسان سچے طور سے خدا تعالیٰ کے حرم میں داخل ہو

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کی اصل غرض واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اِس بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ذوق وشوق پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو کر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں۔ جو شخص اِس غرض کو ملحوظ نہیں رکھتا اور بیعت کرنے کے بعد اپنے اندر کوئی تبدیلی کرنے کے لئے مجاہدہ اور کوشش نہیں کرتا جو کوشش کا حق ہے اور پھر اس قدر دعا نہیں کرتا جو دعا کرنے کا حق ہے تو وہ اس اقرار کی جو خدا تعالیٰ کے حضور کیا جاتا ہے سخت بے حرمتی کرتا ہے اور وہ سب سے زیادہ گنہگار اور قابلِ سزا ٹھہرتا ہے۔ پس یہ ہرگز نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بیعت کا اقرار ہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہمیں کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ مثل مشہور ہے جو ئندہ یابندہ۔ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اُس کے لئے کھولا جاتا ہے اور قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِ یَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری طرف آتے ہیں اور ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کے واسطے اپنی راہ کھول دیتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر چلا دیتے ہیں لیکن جو شخص کوشش ہی نہیں کرتا وہ کس طرح اِس راہ کو پا سکتا ہے۔ خدا یابی اور حقیقی کامیابی اور نجات کا بھی یہی گُر اور اصول ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے سے تھکے نہیں نہ درماندہ ہو اور نہ اس راہ میں کوئی کمزوری ظاہر کرے۔

تم لوگوں نے اِس وقت خدا تعالیٰ کے حضور میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے ایسا نہ ہو کہ یہ توبہ تمہارے لئے باعثِ برکت ہونے کی بجائے لعنت کا موجب ہو جاوے۔ کیونکہ اگر تم لوگ مجھے شناخت کرکے بھی اور خدا تعالیٰ سے اقرار کرکے بھی اِس عہد کو توڑتے ہو تو پھر تم کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ عمداً تم نے معاہدہ کو توڑا ہے۔ دُنیا میں جب کوئی شخص کسی سے عہد کرکے اُسے توڑتا ہے تو اس کو کس قدر ذلیل اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ وہ سب کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ پھر جو شخص خدا تعالیٰ

سے عہد اور اقرار کر کے توڑے وہ کس قدر عذاب اور لعنت کا مستحق ہوگا۔

پس جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے اس اقرار اور عہد کی رعایت کرو اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہو۔ پھر اس اقرار پر قائم اور مضبوط رہنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو۔ وہ یقیناً تمہیں تسلی اور اطمینان دے گا اور تمہیں ثابت قدم کرے گا۔ کیونکہ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اُسے دیا جاتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے واسطے قسم قسم کے ابتلاء اور مشکلات پیش آئیں گے لیکن میں کیا کروں یہ ابتلاء سنتے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی اُس کی طرف جاتا ہے تو اُس کے واسطے ضرور ہے کہ ابتلاؤں میں سے ہو کر گزرے۔ دُنیا اور اس کے رشتے عارضی اور فانی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہمیشہ کے لئے معاملہ پڑتا ہے پھر اُس سے آدمی کیوں بگاڑے؟ دیکھو صحابہؓ کو کچھ تھوڑے ابتلاء پیش آئے تھے۔ اُن کو اپنا وطن، مال و دولت، اپنے عزیز رشتہ دار سب چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں ان چیزوں کو مری ہوئی مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ خدا تعالیٰ کو اپنے لئے کافی سمجھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے بھی اُن کی کس قدر قدر کی۔ اس سے وہ خسارہ میں نہیں رہے بلکہ دُنیا و آخرت میں انہوں نے وہ فائدہ پایا جو اس کے بغیر انہیں مل سکتا ہی نہیں تھا۔ اس لئے اگر کوئی ابتلاء آوے تو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ابتلاء مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت رُوح میں عجز و نیاز اور دل میں ایک سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے آستانہ پر پانی کی طرح گداز ہو کر بہتا ہے۔ ایمانِ کامل کا مزا ہم و غم ہی کے دنوں میں آتا ہے۔ اس وقت اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرو۔ خدا تعالیٰ سے اب تمہارا نیا معاملہ شروع ہوا ہے کیونکہ وہ پچھلے گناہ سچی توبہ کے بعد بخش دیتا ہے۔ اور توبہ سے یہ مراد نہیں کہ انسان زبان سے یہ کہہ دے اور اعمال میں اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ نہیں۔ توبہ یہی ہے کہ بدیوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کو قطعاً چھوڑ دے اور نیکیاں کرے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کرے۔ ......



یقین سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے۔ وہی خدا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ کوئی شخص دُنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا مگر اُسی کے فضل و کرم سے۔ ایک پتہ بھی اس کے فضل کے بغیر ہرا نہیں رہ سکتا اس لئے ہر وقت اُسی سے سچا تعلق پیدا کرے اور اس کی رضا جوئی کی راہوں پر مضبوط قدم رکھے۔ اگر وہ اِس بات کی پابندی کرے گا تو یقیناً اُسے کوئی غم نہیں ہے۔ ہر قسم کی راحت، صحت، عمر و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے۔ جب انسان کا وجود ایسا نافع اور سود مند ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو ضائع نہیں کرتا۔ جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اُسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ

اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اِسی طرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔ جو لوگ دُنیا کے لئے نفع رساں لوگ بنتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی عمریں بڑھا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں اور کوئی اِن کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں۔ پس اِس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ نری بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے۔ اصل فائدہ کے لئے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اُس ایمان کے موافق اعمالِ صالحہ کی۔ جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی حقیقی **مومن** اور اس کے غیر میں ایک امتیاز رکھ دیا جاتا ہے۔ اُسے ممتاز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں **فرقان** ہے۔ آخرت میں بھی مومن اسی **فرقان** سے شناخت کئے جائیں گے۔ اِس دُنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے۔ اس کے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش رُوح ہوتی ہے۔ اگرچہ مومن کو دُکھ بھی اُٹھانے پڑتے ہیں اور قسم قسم کے مصائب اور شدائد کے اندر سے گزرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اُس کے کتنے ہی بُرے نام رکھیں اور خواہ اس کے تباہ اور برباد کرنے کے لئے کچھ بھی ارادے کریں **لیکن آخر وہ بچا لیا جاتا ہے** کیونکہ خدا تعالیٰ اُس سے محبت کرتا ہے اور اُسے عزیز رکھتا ہے اس لئے دُنیا اُس کو ہلاک نہیں کر سکتی۔ مومن اور اُس کے غیر میں امتیاز ضرور ہوتا ہے اور یہ امتیاز اُن خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ کی آنکھیں خوب دیکھتی ہیں کہ کون نیک اور شریر ہے۔ خدا کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ پس تم دُنیا کی پروا نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو۔ یہ دھوکا مت کھاؤ کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے۔ نہیں۔ **امن** اُس وقت آتا ہے جب انسان سچے طور سے خدا تعالیٰ کے حرم میں داخل ہو"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۲۵ تا صفحہ ۲۳۹)



# جماعت تیار کرنے کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اِس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۲۷)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# هٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْمُهَيْمِنِ اٰيَةٌ

(یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے)

ظَهَرَ الْخُسُوْفُ وَفِيْهِ نُوْرٌ وَّالْهُدٰى　　خَيْرٌ لَّنَا وَلِخَيْرِنَا اَمْرٌ بَدَا

خسوف ظاہر ہو گیا اور اس میں نور اور ہدایت ہے　　یہ ہمارے لئے بہتر ہے اور ہماری بھلائی کے لئے ایک امر ظاہر ہوا ہے

هَبَّتْ رِيَاحُ النَّصْرِ مِنْ مَحْبُوْبِنَا　　مَشْمُوْلَةٌ قَدْ بَرَّدَتْ حَرَّ الْعِدَا

مدد کی ہوائیں ہمارے دوست کی طرف سے چلیں　　یہ شمالی ہوائیں ہیں جنہوں نے دشمنوں کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا۔

فِيْ لَيْلَةٍ قَدَّتْ ثِيَابَ غَمَامِهَا　　بَرْقُ الرَّوَاعِدِ كَانَ فِيْهَا مُرْجِدَا

اس رات میں خسوف ہوا جس کے بادل کے کپڑے پھاڑے گئے　　اور بادلوں کی چمک اُن میں تھی وہ دلوں کو ہلا رہی تھی۔

رَدِفَ الْكُسُوْفُ خُسُوْفَهٗ مِنْ رَّبِّنَا　　لِيُهِيْنَ فَتَّانًا شَرِيْرًا مُّفْسِدَا

خسوف کے بعد ایک ہی مہینہ میں کسوف آیا　　تاکہ خدا تعالیٰ مفسد، شریر، فتنہ گر کو رُسوا کرے۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الْقَرِيْبِ بِفَضْلِهٖ　　اِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُؤَخِّرُ مَوْعِدَا

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے جو قریب ہے　　خدا تعالیٰ اپنے وعدے کو پس انداز نہیں کرتا۔

قَمَرٌ كَمِثْلِ حَمَامَةٍ بِدَلَالِهٖ　　شَمْسٌ بِتَبْشِيْرٍ تُشَابِهُ هُدْهُدَا

چاند اپنے ناز میں کبوتر کی طرح ہے　　آفتاب بشارت دینے میں ہُدہُد سے مشابہ ہے

هٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْمُهَيْمِنِ اٰيَةٌ　　لِيُبِيْدَ مَنْ تَرَكَ الْهُدٰى مُتَعَمِّدَا

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے　　تاکہ اُس کو ہلاک کرے جو عمداً ہدایت کو چھوڑتا ہے

(نور الحق حصہ دوم)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

# دِل پرد چوں مُرغ سُوئے مُصطفٰےؐ

(میرا دل ایک پرندہ کی طرح اُڑ کر مصطفٰےؐ کی طرف جاتا ہے)

ہمچنیں عشقم برُوئے مصطفٰےؐ ۔۔۔ دل پرد چوں مرغ سُوئے مصطفٰےؐ

(خدا تعالیٰ کے بعد) ایسا ہی عشق مجھے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے میرا دل ایک پرندہ کی طرح آپؐ کی طرف اُڑ کر جاتا ہے

تا مرا دادند از حسنش خبر ۔۔۔ شد دلم از عشقِ او زیر و زبر

جب سے مجھے آپؐ کے حُسن کی خبر دی گئی ہے میرا دل آپؐ کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔

منکہ مے بینم رُخِ آں دلبرے ۔۔۔ جاں فشانم گر دہد دل دیگرے

میں جو اُس دلبر (یعنی آنحضورؐ) کا چہرہ دیکھ رہا ہوں اگر کوئی آپؐ کو دل دے تو میں اسکے مقابلہ میں آپؐ پر جان نثار کر دوں

ساقیٔ من ہست آں جاں پرورے ۔۔۔ ہر زماں مستم کند از ساغرے

وہی رُوح پرور تو میرا ساقی ہے۔ وہ ہمیشہ جام شراب سے مجھے سرشار رکھتا ہے۔

محو روئے او شد است ایں رُوئے من ۔۔۔ بُوئے او آید ز بام و کُوئے من

میرا چہرہ آپؐ کے چہرہ میں محو اور گُم ہو گیا اور میرے مکان اور میرے کُوچہ سے آپؐ ہی کی خوشبو آ رہی ہے



بسکہ من در عشقِ او ہستم نہاں ۔۔۔ من ہمانم، من ہمانم، من ہماں

از بسکہ میں آپؐ کے عشق میں غائب ہوں۔ میں وہی ہوں، میں وہی ہوں، میں وہی ہوں۔

جانِ من از جانِ او یابد غذا ۔۔۔ از گریبانم عیاں شد آں ذکا

میری رُوح آپؐ کی رُوح سے غذا حاصل کرتی ہے اور میرے گریبان سے وہی سُورج نکل آیا ہے۔

(سراج منیر)

# نفوس و اموال میں برکت کا خدائی وعدہ

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۳ نومبر ۱۹۶۷ء کو مسجد مبارک میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا کہ میں ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالوں گا خاص طور پر ذکر فرمایا اور پھر جماعت کی گزشتہ پچھتر سالہ تاریخ کی روشنی میں واضح فرمایا کہ یہ وعدہ الٰہی کس شان سے پورا ہوا۔ حضور ایدہ اللہ کے اس خطبہ کا ایک اہم اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام کس مپرسی کی حالت میں تھا۔ دنیائے اسلام، اسلام کے نام، اسلام کی ضرورتوں اور اس کے غلبہ کے لئے اپنے اموال قربان کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نشأۃ ثانیہ کے سامان پیدا کئے۔ آپ کو مخلصین کی ایک جماعت دی گئی جو اپنے نفوس اور اپنے اموال کی قربانی خدا کی راہ میں دینے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے قربانیاں لیتا ہے تو اس دنیا میں بھی اپنے فضلوں کا انہیں وارث بناتا ہے۔ چنانچہ جب اس زمانہ میں نشأۃ ثانیہ کی ابتدا میں مخلصین کی ایک جماعت پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنے وقتوں اور اپنی زندگیوں اور اپنے اموال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایک وعدہ کیا اور وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا (جماعت کے متعلق) کہ میں اُن کے نفوس اور اُن کے اموال میں برکت ڈالوں گا۔ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کس رنگ میں اور کس شان کے ساتھ پورا ہوا۔



میں اس وقت جماعت احمدیہ کی تاریخ کے پچھتر سالوں پر طائرانہ نگاہ ڈالوں گا۔ یہ ۱۹۶۷ء ہے۔ اس میں سے ۷۵ ہم نکال دیں تو ۱۸۹۲ء کا سال بنتا ہے۔ جب ہم ۱۸۹۲ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیانی پچھتر سالہ عرصہ پر نگاہ ڈالتے ہیں اور مجموعی ترقی کا نفوس اور اموال میں مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قدرتِ کاملہ کا مالک ہے اپنے بندوں پر کس طرح فضل کرتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں نفوس کے لحاظ سے جلسہ سالانہ کی حاضری دیکھ کر ایک عام اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں حاضری ۳۲۷ تھی۔

اس لحاظ سے جماعتِ احمدیہ کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ یا اگر بہت ہی کھلا اندازہ کیا جائے تو ایک ہزار سے تین ہزار کے درمیان تھی۔ عام اندازے کے مطابق ۱۹۶۷ء میں یہ تعداد اِس چھوٹی سی تعداد سے بڑھ کر کم و بیش تیس لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق یہ تعداد تیس لاکھ سے کچھ اُوپر ہی ہے۔ اِس زیادتی (یا اضافہ) میں دو چیزیں اثر انداز ہوئیں ایک پیدائش اور دوسرے تبلیغ۔ ہر دو راہوں سے اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کے نفوس میں برکت ڈالی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا تو یہ فرمائی تھی کہ اِک سے ہزار ہو ویں لیکن جب اِس تعداد کا جو ۱۹۶۷ء کی ہے ۱۸۹۲ء کی تعداد سے ہم مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں عملاً یہ کیا کہ تم اِک سے ہزار مانگتے ہو مَیں ایک سے تین ہزار کرتا ہوں۔ چنانچہ جب ہم اِن دو اعداد و شمار کا آپس میں مقابلہ کرتے ہیں تو یہ صورت بنتی ہے۔ اگر اُس وقت ایک ہزار احمدی سمجھے جائیں تو ایک کے مقابلہ میں تین ہزار کے حساب سے ۳۰۰۰ × ۱۰۰۰ یعنی تیس لاکھ تعداد ۱۹۶۷ء میں بنتی ہے۔ اور اگر ۱۸۹۲ء کی تعداد تین ہزار سمجھی جائے جو میرے نزدیک بہت زیادہ اندازہ ہے تو پھر بھی اِک سے ہزار ہو ویں کی دُعا (۱۰۰۰ × ۳۰۰۰) اللہ تعالیٰ نے پُوری کر دی اور پچھتر سال کے عرصہ میں جماعت کے نفوس کو ایک ہزار گنا زیادہ کر دیا۔ یہ معمولی زیادتی نہیں حیرت انگیز زیادتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جہاں اظہار ہوتا ہے وہاں عقل کی رسائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت اپنے بندوں پر جلوہ گر ہوتی ہے اور تمام اندازوں کو غلط کر کے رکھ دیتی ہے۔ اگر ہم یہ امید رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اِس جماعت کو اُسی رنگ میں اور اُسی حد تک قربانیاں دینے کی توفیق دیگا جس طرح گزشتہ پچھتر سال وہ دیتا رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی اُسی رنگ میں ہوتے رہیں گے۔ یعنی یہ تعداد اِسی نسبت سے بڑھتی رہے تو آج سے پچھتر سال کے بعد یہ تین ارب اور نو ارب کے درمیان ہو جائے گی۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہم اپنی دُعاؤں سے اور اپنی تدبیر سے اور اپنی قربانیوں سے اور اپنی فدائیت اور جاں نثاری سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اُسی طرح جذب کرتے رہیں جس طرح گزشتہ پچھتر سال میں ہم نے جذب کئے تھے تو اگلے پچھتر سال میں اسلام دُنیا پر غالب آ جائے گا اور نشأۃ ثانیہ کی مہم پُوری کامیابی کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو جائے گی۔ خدا کرے کہ جماعت کو اسی طرح قربانیاں کرنے کی توفیق ملتی رہے۔



یہ بھی کہا گیا تھا کہ مَیں ان کے اموال میں برکت ڈالوں گا۔ اب اموال کو ہم دیکھتے ہیں۔ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں ۱۸۹۳ء کے لئے چندوں کے جو وعدے دیئے گئے (وہ انتظام اُس وقت قائم

نہیں تھا جو آج قائم ہے ) وہ وعدے ساری جماعت کے سمجھے جانے چاہئیں کیونکہ تمام مخلصین جلسہ سالانہ پر جمع ہو جاتے تھے۔ ۱۸۹۳ء کے لئے ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت نے جو وعدے کئے اُن کی رقم سات سَو کچھ روپے تھی۔ اور آج پچھتر سال گزرنے کے بعد عملاً جماعت جو مالی قربانیاں خدا کی راہ میں پیش کر رہی ہے اُس کی رقم ایک کروڑ روپے سے اُوپر نکل گئی ہے۔ ہم سات سو روپے کی بجائے اگر ایک ہزار لے لیں ( کیونکہ ان وعدوں کے علاوہ وہ دوست جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں انہوں نے بعد میں وعدے کئے ہوں گے اور رقمیں بھجوائی ہوں گی ) ۔ سو اگر ۱۸۹۲ء کی آمد ایک ہزار روپیہ سمجھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں ۱۹۶۷ء کی آمد ایک کروڑ سے اُوپر نکل گئی۔ تحریک جدید کے چندے، صدر انجمن کے چندے، وقفِ جدید کے چندے، وقفِ عارضی کا خرچ ( اگرچہ وہ ہمارے چندوں میں درج نہیں ہوتا تاہم وہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوتا ہے جو ایک احمدی کر رہا ہوتا ہے۔ اپنے خرچ پر باہر جاتا ہے۔ کرایہ خرچ کرتا ہے، وہاں اپنے گھر سے زائد اُسے خرچ کرنا پڑتا ہے ) اِن سب کو اگر اکٹھا کیا جائے تو یہ رقم ایک کروڑ سے کہیں اُوپر نکل جاتی ہے۔ مَیں اِس وقت اسے ایک کروڑ ہی شمار کرتا ہوں۔ تو ایک ہزار سے بڑھ کر ایک کروڑ تک ہماری مالی قربانیاں پہنچ گئیں۔ یہ بھی دس ہزار گُنا رقم بن جاتی ہے۔ گویا ایک روپیہ کے مقابلہ میں دس ہزار روپے کے چندے ملتے ہیں۔ یعنی ۱۸۹۲ء میں اگر جماعت نے ایک روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق اپنے ربّ سے حاصل کی تو اسی برگزیدہ جماعت نے ۱۹۶۷ء میں ایک روپیہ کے مقابلہ میں دس ہزار روپیہ خرچ کرنے کی اپنے رب سے توفیق پائی۔"

(الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۶۷ء)

---

## مابہ الامتیاز



حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اِدھر ( دعا ) کی جاتی ہے اور اُدھر جواب مل جاتا ہے۔ اِس سے بڑھ کر اَور کیا راحت ہو سکتی ہے۔ اور یہی مابہ الامتیاز امر ہوتا ہے جو مامورین اور دوسروں میں رکھ دیا جاتا ہے۔" ( ملفوظات جلد ہفتم ص۳۷۲)

# غذا کے متعلق اسلامی ہدایات

(محترم جناب صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب قائد ذہانت و صحتِ جسمانی مجلس مرکزیہ)

ہمارا رب جو ازلی ابدی ہے اور جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اُس نے اِس دُنیا کو اور انسان کو صرف اور صرف اِس غرض کے لئے پیدا کیا تا وہ اپنی صفات کا پُورے جلال کے ساتھ مظاہرہ کرے اور اُس ربِّ کریم نے ایک انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی جملہ صفات کا مظہرِ اتم بنایا اور اُس پر ایک نہایت کامل اور اکمل شریعت نازل کی جو انسانی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق مکمل ہدایات اپنے اندر رکھتی ہے۔ میرا یہ مضمون غذا کے متعلق "اسلامی ہدایات" بیان کرنے کی غرض سے ہے۔



جیسا کہ خاکسار نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جس طرح اسلامی شریعت نے انسان سے متعلق ہر شعبۂ زندگی پر تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ اسی طرح غذا کے متعلق بھی مکمل ہدایات اس میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں غذا کے متعلق ایک بنیادی ہدایت یہ دیتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (البقرہ آیت ۱۶۹)

یعنی اسے انسانو! اللہ تعالیٰ تمہیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ زمین میں جو کھانے کی اشیاء ہیں اُن میں سے حلال اور طیّب چیزیں کھایا کرو۔

حلال کے مختلف معانی ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف وہ چیزیں استعمال کرو جن کو اللہ تعالےٰ نے حلال قرار دیا ہے اور جن کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔ دوم یہ کہ جانوروں میں سے جو تم پر حلال کئے گئے ہیں۔ اُن کے متعلق بھی لازمی ہے کہ تم اُن کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو یا شکار کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بندوق وغیرہ چلاؤ۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ہر چیز تو اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کردہ ہے ہم تو نہایت کمزور، لاشی محض ہیں اس لئے اظہارِ تشکر کے لئے ہم پر لازمی ہے کہ ہم ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں کہ جس نے اپنی اِن نعمتوں سے ہمیں نوازا کیونکہ ہم میں تو کوئی طاقت نہیں کہ اِن کو اپنے قبضہ میں کرتے۔

طیّب کے معنے ہیں کہ ہر لحاظ سے پاکیزہ کھانا ہو اور طبیعت کو مرغوب ہو۔ بعض جانور ایسے

ہیں کہ ویسے تو وہ حلال ہیں مگر طیب نہیں۔ مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوہ کا گوشت پکا کر لائے آپؐ نے اُس کو نہ کھایا تو صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے جواباً فرمایا کہ نہیں حرام تو نہیں مگر دل میں کراہت پیدا ہوتی ہے۔ پس باوجود حلال ہونے کے کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو مکروہ ہوتی ہیں اور اُن کو کھانے کو جی نہیں چاہتا لہذا وہ طیب نہیں۔



پس غذا کے متعلق اسلام کا بنیادی حکم یہ ہے کہ حلال ہو اور پھر حلال میں سے بھی طیب ہو۔ قرآن کریم میں متعدد آیات اِس مضمون کی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے صرف حلال اور طیب چیزیں تم کھاؤ۔ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اونٹ، گائے، بکری وغیرہ اور چرندوں اور پرندوں کے گوشت کا ذکر فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ تم پر حلال صرف اِس صورت میں ہوں گے کہ تم اُن کو ذبح کرتے وقت اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ جنگلی جانور خواہ پرند ہوں یا چرند جو حلال ہیں اُن کا شکار کرکے اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کرنا ضروری ہے۔ شکار کرنے والے جانوروں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ۔ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (المائدہ آیت ۵)

یعنی وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے تو اُن سے کہہ دے کہ تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور شکاری جانوروں میں سے جنہیں تم شکار کی تعلیم دیکر سدھاؤ چونکہ تم انہیں اُس علم کے ذریعہ سے سکھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے۔ پس کھاؤ اُس میں سے جو وہ تمہارے لئے روک رکھیں۔ اور ضروری ہے کہ تم اللہ کا نام اُس پر لیا کرو (یعنی تکبیر پڑھ لیا کرو)

غذا کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے پانیوں میں لَحْمًا طَرِيًّا اُس نے پیدا کیا۔ طَرِیًّا کے معنے ہیں تازہ، قوت بخش اور ایسا گوشت جو انسان آسانی سے کھا سکے۔ پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس نے تمہارے لئے گندم پیدا کی جو تم کھاتے ہو۔ قرآن میں آتا ہے:۔

وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُوْنَ - (یٰسٓ آیت ۳۴)
اس میں سے (یعنی زمین میں سے) ہم نے اناج نکالا پس اس میں سے تم کھاتے ہو۔
پھر قرآن کریم میں سبزیوں اور پھلوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف سبزیاں اور پھل پیدا فرمائے نیز اُس نے تمہارے لئے دُودھ کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النحل میں فرماتا ہے :۔

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً - نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

یعنی اللہ نے جانور کے گوبر اور خون کے درمیان سے تمہارے لئے دُودھ پیدا کیا جو پینے والوں کے لئے خوشگوار اور آسانی سے گلے سے اُترنے والا ہے۔

پس انسان کے جسم کو جس جس چیز کی ضرورت تھی اُس کا علم صرف اور صرف اُس علیم و خبیر رب کو تھا اور اُس نے ان ضرورتوں کے مطابق انسان کے لئے سب کچھ پیدا کر دیا۔ آج طِبّ یہ کہتی ہے کہ انسان کے جسم کو پروٹینز کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس نے تمہاری اِس ضرورت کو گوشت پیدا کرکے پُورا کر دیا۔ پھر طِبّ یہ کہتی ہے کہ انسان کے جسم کو سٹارچ والی اشیاء یعنی کاربوہائیڈریٹس (Carbo hydrates) کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے اناج پیدا کرکے اس ضرورت کو پُورا کر دیا۔ پھر طِبّ یہ کہتی ہے کہ انسان کو چکنائی (fats) کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے دُودھ پیدا کرکے اور دُودھ سے نکلا ہوا گھی پیدا کرکے اس ضرورت کو پُورا کر دیا۔ پھر سائنس یہ کہتی ہے کہ انسانی جسم کو نمکیات اور وٹامینز کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے سبزیاں اور پھل پیدا کرکے ہر قسم کی نمکیات اور وٹامینز کی ضرورت کو پورا کر دیا۔ پھر سائنس یہ کہتی ہے کہ انسان کی زندگی کے لئے پانی ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے صاف پانی کے ذخائر ہمارے لئے پیدا کر دیئے۔ سائنس آج یہ باتیں تحقیق کے بعد پیش کر رہی ہے مگر ہمارے علیم و خبیر خالق نے انسان کی خَلق سے قبل اپنی صفتِ ربوبیت اور رحمانیت کے تحت ان ضرورتوں کو پیدا کر دیا تھا۔

آج سائنس یہ کہتی ہے کہ یہ سب چیزیں انسان کے لئے ضروری تو ہیں مگر کھاتے وقت ان کا تناسب بھی ضروری ہے۔ یعنی Balanced diet ہو۔ مگر ہمارے رب نے چودہ سَو سال پہلے قرآن کریم میں یہ ہدایت ہمیں دی کہ :۔



كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا -

یعنی کھاؤ پیو لیکن خیال رکھو کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے نہ ہو یعنی کھانے میں اعتدال سے

کام لینا اور Balanced خوراک کھانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اس کا قانون جو حد سے بڑھنے والوں کے لئے اُس نے بتایا ہے وہ حرکت میں آتا ہے اور بسیار خور انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا رہو کر اپنی صحت جیسی نعمت کو کھو دیتا ہے اور قبل از وقت قبر میں چلا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا ہر فعل اور ہر قول قرآن کریم کی تفسیر تھا مسلمانوں کو غذا کے متعلق سینکڑوں ہدایات دیں جن کی افادیت آج سائنس ثابت کر رہی ہے۔ غذا کی مقدار کے متعلق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ:۔

"کافر سات انتڑیوں سے کھاتا ہے جب کہ مومن ایک انتڑی میں"

(ترمذی ابواب الاطعمۃ)

آج سائنس اس حقیقت کو ثابت کر رہی ہے کہ دل، معدہ اور جگر کی امراض میں وہی لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں جو بسیار خوری کے عادی ہوتے ہیں۔ پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا" (ترمذی ابواب الاطعمۃ)

اب بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً اس میں حفظانِ صحت کا راز مضمر ہے، کیونکہ ٹیک لگا کر کھانے سے کھانے کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ اور جب کھانا پوری توجہ سے نہ کھایا جائے تو اس کے نتیجہ میں ہمیشہ سوءِ ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے اور صحت خراب ہو جاتی ہے۔

پھر ایک حدیث میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھایا جائے، یہ زیادہ خوشگوار اور ہاضمہ کے لئے مفید ہے" (ترمذی ابواب الاطعمۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانا دانتوں سے خوب چبا کر کھایا جائے اور یونہی نگل نہ لیا جائے۔ کھانا چبا کر کھانے سے ہاضمہ ہمیشہ درست رہتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بدہضمی کی شکایت بھی پیدا نہیں ہوتی اور جسم میں فاسد مادے بھی پیدا نہیں ہوتے۔



پھر حدیث میں آتا ہے کہ:۔

"شام کو کچھ کھاؤ خواہ تھوڑی سی کھجوریں کیوں نہ ہوں کیونکہ شام کو کچھ نہ کھانا بوڑھا کرتا ہے" (ترمذی ابواب الاطعمۃ)

اب یہ ایک بہت ہی پُرحکمت تعلیم ہے۔ جو لوگ رات کو کھانا نہیں کھاتے لازمی طور پر اُنکے

دو کھانوں کے درمیان یعنی دوپہر اور اگلے دن صبح کے وقت کا فاصلہ زیادہ ہو جاتا ہے اور انسانی جسم ایک لمبے وقت کے لئے ضروری غذائیت سے محروم رہتا ہے اور اُس کے اعضاء کمزور پڑنے شروع ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس کی عمر کم ہو جاتی ہے اور وہ قبل از وقت بوڑھا ہو جاتا ہے۔

پھر حدیث میں آتا ہے کہ :-

"پانی پیتے ہوئے تین بار سانس لے۔ یہ ہاضمہ کے لئے مفید ہے اور سیرابی بھی اس سے بہتر ہوتی ہے۔" (ترمذی ابواب الاشربۃ)

یہ کتنی پُرحکمت تعلیم ہے۔ اگر آدمی جلد جلد پانی پئے گا تو اس کے معدہ کی رطوبتیں جو ہضم کا کام کرتی ہیں یکدم پتلی ہو جائیں گی اور اس کا نتیجہ سوءِ ہضمی نکلے گا نیز جلد جلد یکدم پانی پینے سے اُچھو آ جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور اُچھو سے کئی دفعہ اموات بھی ہو جاتی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ :-

"پلیٹ کو اچھی طرح صاف کریں کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔" (ترمذی ابواب الاطعمۃ)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہم اپنی پلیٹ میں صرف اس قدر کھانا ڈالیں جو ہماری بھوک کے مطابق ہو اور ہم اُس کو سارا کھالیں۔ کیونکہ اگر زیادہ ڈالیں گے تو یا تو کھانا بچ جائے گا جو ضائع ہو گا اور ہم کفرانِ نعمت کرنے والے ہوں گے اور یا ہم وہ سب کھانا خود کھا کر شکم سیر ہو کر بیمار پڑ جائیں گے۔



حدیث میں آتا ہے کہ :-

"سانس بھی برتن میں نہ لو اور پھونک بھی نہ مارو۔" (ترمذی ابواب الاشربۃ)

یہ بھی کس قدر پُرحکمت تعلیم ہے کیونکہ اکثر انسانوں کے سانس میں بہت سے جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر وہ پھونک مارے گا یا سانس لے گا تو یہ جراثیم اس دودھ یا پانی میں شامل ہو جائیں گے اور جو کوئی دوسرا انسان اُس دودھ یا پانی کو استعمال کرے گا وہ بیمار ہو جائے گا۔

پھر غذائیت کے متعلق ایک حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"کھانوں کا سردار یعنی بہترین طعام گوشت ہے۔" (مسند احمد بن حنبل)

اب طب کی رُو سے انسانی جسم کا نہایت اہم حصہ پروٹینز (Protiens) ہیں۔ اور یہ پروٹینز گوشت میں بہت زیادہ مقدار میں ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا حدیثوں کے علاوہ بھی سینکڑوں حدیثیں غذا اور غذا کے استعمال کے طریقہ کے متعلق ہیں

اِن سب اقوالِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ حکمتیں موجود ہیں جو سائنس آج ثابت کر رہی ہے۔
طِب کی رُو سے چالیس سال کی عمر سے زائد انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی غذا میں اعتدال سے کام لے اور اس کی غذا میں ہر ضروری اجزا جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے موجود ہوں۔ مگر ہمارے ربِّ علیم و خبیر نے تو اپنی کامل کتاب قرآن پاک میں چودہ سو سال پہلے ہی کھول کھول کر اپنی نعمتوں کا ذکر فرما دیا تھا اور محبوب آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور اپنے اقوال سے ہمیں غذا کے متعلق وہ سب ہدایات دے دی تھیں جن کو سائنس آج ضروری قرار دیتی ہے۔ پس کس قدر خوش قسمت ہے وہ شخص جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن ہدایات پر پُوری طرح عمل کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک صحتمند، کام کرنے والی لمبی زندگی پاتا ہے اور بہت دیر تک ایک مفید اور کارآمد وجود ثابت ہوتا ہے۔ میرے پیارے انصار بھائیو! آج دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے اُن کو اِس تباہی سے بچانے اور خالقِ حقیقی کے قدموں میں کھینچ کر لانے کے لئے ایک عظیم جدوجہد کی ضرورت ہے اور یہ ذمہ واری اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر ڈالی ہے۔ اگر ہمارے جسم صحتمند ہوں گے تو ہم محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس ذمہ داری کو کما حقہٗ نبھاہنے کے قابل ہو سکیں گے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم غذا کے متعلق ان ہدایات پر جو اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہیں پُوری طرح عمل کرنے والے ہوں اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ہمیں صحتمند جسم عطا فرمائے اور ہماری زندگیوں میں برکت ڈالے تا ہم اُسی قادر و توانا خدا کی توفیق سے ایک لمبے عرصہ تک دین کی خدمت کر سکیں اور اس ظلمت و گمراہی میں بھٹکی ہوئی دنیا کے دل جیت کر اپنے پیارے پیدا کرنے والے اللہ کے قدموں میں لا کر ڈال دیں۔ اے ہمارے خدا تُو ہی اپنے فضل اور اپنی قدرت سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین اللّٰھم آمین +

---

# ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے



حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ دین و دُنیا میں سے کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے۔ اگر ہر وقت دل کا رُخ دُنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اُسے بہت فکر کرنی چاہیئے اس لئے کہ کلماتِ الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔" (ملفوظات جلد ہفتم صہ ۳۹۲)

# عملی نمونہ کی ضرورت و اہمیت

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

مذہب کی غرض انسانوں کو رُوحانی اور اخلاقی تعلیم دینا اور اس تعلیم پر عمل کروانا ہے۔ جتنی تنظیمیں دُنیا میں قائم کی جاتی ہیں اُن کی غرض بھی یہی ہوا کرتی ہے کہ وہ کچھ اصول وضع کرتی ہیں اور پھر ان اصولوں کو عملی رنگ میں جاری کرتی ہیں۔ اس کے بغیر ان کا وجود میں آنا بے سُود ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کا مقصد رُوحانی اور اخلاقی تعلیم ہو بلکہ جو مقصد بھی وہ اپنے لئے تجویز کریں اس کے مطابق وہ اپنے اصول بناتی ہیں۔ اور اگر جبر و تشدّد کو بھی اپنے اصولوں میں داخل کر لیں تو جبر کے ساتھ ان اصولوں پر عمل کرواتی ہیں کیونکہ عمل کے بغیر انہیں اپنا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر چین نے سیاسی اور اقتصادی اقتدار حاصل کرنے کے لئے کمیونزم کو اپنے لئے پسند کیا یا یوں کہنا چاہیئے کہ بعض اشخاص نے چین کے لئے اُسے پسند کیا۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اس کے جاری کرنے کے لئے مختلف اوقات میں کم و بیش چالیس لاکھ انسانوں کو تہ تیغ کیا گیا ہے۔ ہر اس شخص کو جس نے کمیونزم کے اصولوں کو اپنانے سے گریز کیا اُسے موت کی سزا دی گئی۔ اِس طریق کے اختیار کرنے سے انہوں نے اپنے ملک میں جو نظام قائم کرنا چاہا تھا وہ قائم کر لیا۔ اِس میں مدِ نظر صرف دنیاوی زندگی تھی اُخروی اور رُوحانی حصّے سے وہ نظام بالکل عاری تھا اور اخلاقی حصّہ بھی اس مقصد کی تکمیل کے لئے جس قدر ضروری تھا صرف اتنا ہی تھا۔ اس کے برعکس مذہب رُوحانی اور اخلاقی تعلیم دیتا ہے جو دنیوی اور اُخروی دونوں زندگیوں پر حاوی ہوتی ہے اور پھر اس پر عمل بھی محض تحریص سے کرواتا ہے۔ صحیح مذہبی تعلیم میں جبر سے کام لینا مطلقاً جائز نہیں تا ان کے لئے اجر کا موجب ٹھہرے۔ جبر سے منوایا یا عمل کروایا جائے تو ثواب کا پہلو



ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے ہر جگہ ایمانِ صالحہ کو اکٹھا کیا ہے۔ سب تعلیم ایمان میں داخل ہے اور اس کے حقیقی منشاء کے مطابق عمل کرنے کا نام اعمال صالحہ ہے۔ ایک شخص توحیدِ الٰہی پر ایمان لاتا ہے لیکن جب تک وہ اسے عملی رنگ میں اختیار نہ کرے اسے ایمان کوئی نفع نہیں دے گا۔ اپنے مُنہ سے تو وہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے لیکن عملاً ہر ایک صاحبِ اختیار یا حاکم کو وہ خدا سمجھے اور اپنے نفع و نقصان کا مالک، تو توحید کا اقرار اسے کوئی نفع نہیں دیگا بلکہ وہ خدا کے نزدیک قابلِ سزا ٹھہرے گا۔ اسی طرح اگر وہ دنیوی کاموں کی خاطر خدائی احکام پس پشت ڈال

دے مثلاً نماز کے وقت بھی دُنیا کا کام ہی کرتا رہے اور نماز کو ضائع کر دے تو یہ خدا تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ہرگز مطابقت نہیں رکھتا اور ایسا شخص خدا کی نگاہ میں مقہور ہے۔ سو ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا بجالانا ضروری ہے ورنہ ایمان حقیقی ایمان نہیں ہوتا۔ اعمالِ صالحہ ایمان کا نتیجہ بھی ہیں اور ایمان کے پودے کو سینچتے بھی ہیں ورنہ ایمان خشک ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ ایمان کے تقاضوں کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (سورہ توبہ آیت ۲۴)

یعنی تو ان مومنوں سے کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیویاں اور تمہارے دوسرے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جن کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے کی نسبت زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے فیصلہ کو ظاہر کر دے۔ اور اللہ اطاعت سے نکلنے والی قوم کو کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔



یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد کسی بھی قربانی سے گریز کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ یہ آیت ہمارے لئے بہت قابلِ غور ہے۔ کیا ہم ایمان کے ان تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں؟ کیا ہم اللہ اور رسول ؐ اور جہاد فی سبیل اللہ (جس میں جہاد بالنفس، تبلیغ اور ضرورت کے وقت جہاد بالسیف تینوں شامل ہیں) کو واقعی اپنی عزیز سے عزیز متاع پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کسی چیز کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتے اور باقی ہر چیز حقیر اور ذلیل نظر آتی ہے خواہ ہمارے باپ دادے ہوں، یا بیٹے ہوں، یا بیویاں ہوں یا برادری ہو، یا مال ہو، یا تجارت ہو، یا گھر ہوں۔ یہاں وہ ساری چیزیں گنادی گئی ہیں جو انسانی نفس کو عزیز ہوتی ہیں۔ اگر ہم اِن سب کو اُس رنگ میں خدا کے لئے قربان نہیں کر سکتے جس طرح وہ چاہتا ہے تو ہم مومن نہیں کہلا سکتے۔ یہی پانی ہے جو ایمان کے پودے کو سینچتا اور اس کی نشوونما کرتا اور اُسے بار آور کرتا ہے۔ جب تک ایمان پھل نہیں لاتا ہم اسے دُنیا کے سامنے

پیش نہیں کرسکتے۔ بے ثمر درخت کی کون پرواہ کرتا ہے، وہ تو کاٹ کر بھلا دیا جاتا ہے، اُس کا پھل ہی ہے جو سب کو متوجہ کرتا ہے اور جتنے اچھے پھل رکھتا ہے اُتنا ہی لوگوں کی نگاہ میں پسندیدہ ہوجاتا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے۔ ایمان بھی اسی وقت انسانوں کو متوجہ کرتا ہے اور دُنیا کے لئے قابلِ قبول ٹھہرتا ہے جب اس کا دعویٰ کرنے والے اس کے پھل ظاہر کرتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو محنت اور کوشش اور دُعاؤں اور اللہ کے حضور عاجزی کرنے سے ایمان کے پھلوں کو ظاہر نہیں کرتا اور روحانیت اور اخلاق کے زیور سے آراستہ نہیں ہوتا وہ دین کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کو دیکھ کر لوگ دین کی طرف راغب نہیں ہوتے بلکہ نفرت محسوس کرتے ہیں جیسا کہ آجکل عام مسلمانوں اور ان کے کردار کا حال ہے۔ دین کی خدمت کرنے والا وہی شخص بنتا ہے جو دین کے ایک ایک اصول کو اپنے عمل سے ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان کا درخت اچھے پھل لاتا ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (حج آخری رکوع) کہہ کر بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے لئے گواہ یا نمونہ بناکر بھیجا گیا اور تمہیں باقی لوگوں پر گواہ بناکر یا بطور نمونہ بھیجا گیا ہے۔ تم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہدایت پائی اور لوگ تمہیں دیکھ کر ہدایت پائیں گے کیونکہ تمہارے عمل میں وہ تمام صداقتیں ظاہر ہوں گی جو دینِ اسلام میں رکھی گئی ہیں۔



اسی طرح ایک اور جگہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ رکوع ۱۷) یعنی اسی طرح سے ہم نے تم کو ایک اعلیٰ درجہ کی اُمت بنایا ہے (یعنی تم میں ایمان اور عمل دونوں چیزوں کو جمع کیا ہے۔) تاتم لوگوں کے لئے اسلام کی صداقت کے گواہ ٹھہرو اور رسولؐ تمہارے لئے بطور گواہ ٹھہرے۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ تمہیں اس قسم کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ اسے دیکھ کر لوگوں کو اسلام کی صداقت کا یقین ہو اور وہ بھی ایمان لائیں۔ ایسی جگہوں پر گواہی سے مراد عمل سے گواہی دینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اسلام کو دُنیا میں پھیلانا اور عملاً قائم کرنا ہے۔ یعنی اس کا تمام مذاہب پر غالب کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ تاکہ وہ اسے باقی سب دینوں پر غالب کرے۔ یہ آیت قرآن کریم میں تین جگہ آتی ہے اور اس کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اپنی پُوری شان کے ساتھ مسیح موعودؑ کے وقت میں پُوری ہوگی جب سب مذاہب اور ان کی نمائندہ اقوام اپنے تفوق اور غلبہ کے لئے انتہائی

کوشش کر رہی ہوں گی اور مذہب کو نابود کرنے کے لئے فلسفہ کا بھی زور ہوگا۔ یہ سب اسی زمانہ میں ہوا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسیح موعودؑ کے متعلق فرمایا يُحْيِ الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ کہ وہ دینِ اسلام کو زندہ کرے گا، اس میں از سرِ نو زندگی کی رُوح پھونکے گا اور ثابت کرے گا کہ یہی درحقیقت زندہ مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کا واقعی خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے جو مذہب کی اصل غرض ہے۔ اور مسیح موعودؑ شریعتِ اسلامی کو دُنیا میں عملاً قائم کرے گا۔ پہلے اس کی جماعت شریعت پر کما حقہٗ عمل کر کے دکھائے گی اور پھر اُن کے ذریعے اُسے باقی انسانوں میں قائم کیا جائے گا اور وہ باطل مذاہب اور گندی تہذیبوں کو چھوڑ کر شریعتِ اسلامی پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ کام کس قدر مشکل ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام نے جس طرح زور پکڑا ہوا ہے اور فلسفہ اور کمیونزم جس طرح مذہب کے مٹانے میں کوشاں ہیں اور ہماری کمزوری کی جو حالت ہے اُسے دیکھتے ہوئے ایک عام انسان کے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ خدا کی بات کس طرح پُوری ہوگی اور ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ کیسے سرانجام پائے گا۔ خدا کے پاک مسیح نے اپنے پاک انفاس اور نہایت درجہ روشن دلائل اور خدا کی طرف سے تازہ بتازہ نشانوں کے ساتھ دینِ اسلام کو یقیناً زندہ کیا۔ کوئی نہیں جو ان دلائل اور نشانوں کا مقابلہ کر کے کسی دوسرے مذہب کو زندہ خدا سے تعلق پیدا کرانے والا ثابت کر سکے لیکن آپؑ کے بعد آپؑ پر ایمان لانے والوں کے لئے جو کام مقرر کیا گیا ہے وہ ہم کس حد تک کر رہے ہیں۔ خدا کا مامور تو ایک حیرت میں ڈالنے والا اور مُردہ انسانوں کو زندہ کرنے والا نمونہ ظاہر کر گیا۔ لیکن وہی نمونہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قوم نے بھی دکھانا ہے جس کو خدا نے اپنے فضل سے اس پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ ہم نے اسلام کی صحیح تعلیم کو ساری دُنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے اور اپنے عمل اور نمونہ سے اس کی سچائی کو ثابت کرنا ہے۔ ہم نے اس تعلیم کو باقی سب تعلیموں کے مقابلہ میں انسانیت کے لئے زیادہ مفید ثابت کرنا ہے بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ صرف یہی اور یہی ایک تعلیم ہے جو اس عارضی زندگی اور اُس آنے والی ابدی زندگی میں ہماری ہر لحاظ سے خبر گیری کر سکتی ہے اور ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی اَور تعلیم خواہ وہ عیسائی مذہب کی ہو یا یہودی مذہب کی یا ہندو مذہب کی یا کمیونزم کی یا فلسفہ کی وہ دُنیوی اور اُخروی فلاح نہیں دے سکتی اور اس عاجز بندے کا تعلق خدائے عظیم کے ساتھ قائم نہیں کرا سکتی اور نہ ہی انسانوں کے حقوق کی پوری حفاظت کر سکتی ہے۔ لیکن اس بات کو صرف دلائل کے ساتھ ثابت کرنا ہمارے لئے کافی نہ ہوگا۔ اس کیلئے ہم میں سے ایک ایک فرد کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا ہوگی۔ اس کے ایک ایک حکم پر ایسے رنگ میں عمل کرنا ہوگا کہ ہم اسلام کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ نظر آئیں اور ہمارے سب اعمال اس کی تعلیم میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ گویا ہم

اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہوں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایسا ہونا ضروری ہے اگر کچھ لوگ بھی ایسے رہ جائیں جو اسلام کی عملی تصویر کو ظاہر نہ کر سکیں اور کمزور رہ جاتے ہوں جو ہر وقت ٹوٹنے کے لئے تیار ہوں تو ہمارا اصل مقصد ہم سے دُور ہوتا جائے گا اور اس کی ذمہ داری ہم سب پر پڑے گی۔ کسی ایک فرد کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس میں عملی کمزوریاں ہیں تو کیا ہوا۔ ہماری ایک ایک کمزوری اسلام کی روشنی کو مکدّر کر رہی ہے اور علاوہ اس کمزوری کے ہم اس گناہ عظیم کا بھی ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو چہرہ دُنیا کو نظر آنا چاہیئے تھا وہ ہماری کمزوری کی وجہ سے ایک گونہ چُھپا رہا۔ یہ کتنا خطرناک نتیجہ ہے ہماری عملی کمزوریوں کا۔ مثال کے طور پر اگر ہم مالی قربانی صحیح رنگ میں ادا نہ کرنے کی کمزوری رکھتے ہوں اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہ کرتے ہوں کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (پارہ ۴ پہلی آیت) یعنی تم نیکی کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس کے لئے وہ چیزیں نہ خرچ کرو جو تمہیں بہت پسند ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آئے گا جو اسلامی تعلیم کو تمام دنیا میں اور تمام زبانوں میں پہنچانے کے لئے درکار ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری تھوڑی سی رقم شامل نہ ہوئی تو کیا فرق پڑے گا۔ فرق پڑے گا اور ضرور پڑے گا کیونکہ ہر شخص یہی سمجھے تو ساری رقم رہ جائیگی اور ویسے بھی جتنی اس میں کمی رہ جائے گی اتنی ہی کام میں کمی ہو جائے گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ہم اس میں کوتاہی سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری جگہ اُوروں کو لے آئے گا جو اس کے لئے خرچ کرنے میں لذّت محسوس کریں۔ لذّت ہی نہیں اسے اپنی زندگی سمجھیں۔ اگر اُنہیں یہ کہا جائے کہ تم خدا کے راستے میں خرچ نہ کرو تو اُن کی زندگی بدمزہ ہو جائے اور وہ اپنے روپے سے دست بردار ہو جانا چاہیں۔ اگر وہ روپیہ اس محبوب حقیقی کے رضا کرنے کے لئے خرچ نہیں ہوتا تو اس کی انہیں ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ باقی سب کام محض فرد کی نظر آئیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے روپے کا محتاج نہیں، وہ تو خود رزّاق اور ذوالقوۃ المتین ہے۔ ہم اس کے محتاج ہیں، ہمارا ایک ایک ذرّہ اُس کا محتاج ہے۔ ہم ایک لمحہ بھی اس کے فضل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس کو اِس روپے کی جو وہ محض اپنے فضل سے خود ہی ہمیں دیتا ہے کیا ضرورت ہے۔ یہ تو اُس نے ہمارے لئے ثواب اور اپنے قرب کے ذریعے بنا دیئے ہیں۔ سو ایک حقیقی مومن اس بات کے لئے بے تاب رہتا ہے کہ کونسا وقت آتا ہے کہ اس کی ایک ایک پائی اس محبوب حقیقی کے لئے صرف ہو اور اُس کا اُس میں کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ سارے کا سارا اُس کے محبوب کا ہو جائے تبھی اُسے تسکین ہوتی ہے اور تبھی وہ اپنے مقصد کو پاتا ہے۔ ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ خود کفیل ہو جاتا ہے۔



اِسی طرح تبلیغ اسلام کے لئے وقت دینے یا زندگی وقف کرنے کی ضرورت ہے، اِس کے لئے بھی

ہمیں ہی نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ لوگ دُنیا کے کاموں میں اندھے ہو رہے ہیں، اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کرنا تو بڑی بات ہے وہ دین کے کاموں کے لئے وقت نکالنا بھی اپنے لئے مصیبت سمجھتے ہیں۔ ہمارا معاملہ اس سے برعکس ہونا چاہیئے۔ ہم اپنا اصل کام دین کی خدمت سمجھیں اور دُنیا کے کاموں کو ان کا طفیلی قرار دیں۔ جو وقت ہم دُنیوی کاموں کے لئے دیں اس سے زیادہ دین کے لئے دیں اور ہمارے دنیوی کام ایسے ماتحت ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ سب اُس کے ہی قرار پائیں اور وہ دین کے لئے وقف ٹھہرے۔ اگر کوئی اس سے بھی بڑھ سکے اور سارا وقت ہی خدمتِ دین کے لئے دے دے تو اُس جیسا خوش قسمت انسان کوئی نہیں بشرطیکہ اُس کے دل کی گہرائیوں میں بھی یہی جذبات موجزن ہوں اور دُنیا کا کوئی حصّہ اُس میں باقی نہ رہے۔ وہ اپنی ضروریات کو کم کرتا ہے اور اُن کے پورا کرنے کے لئے خدا کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اپنے آپکو خدا کے دین کے لئے وقف جانتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے اور اُس پر اپنی محبت کا پرتَو ڈالتا ہے۔ اگر دنیا کو دین کے لئے کام کرنے والے ایسے لوگ نظر آئیں تو دُنیا میں ایک تغیر آتا ہے۔ وذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔



عبادتِ الٰہی اور اخلاق میں بھی ایسے ہی اعلیٰ نمونہ کی ضرورت ہے۔ وقت کی قلّت کی وجہ سے میں اس کی تھوڑی سی تفصیل بھی بیان نہیں کر سکتا۔ چند ایک لفظوں میں اسے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ عبادتِ الٰہی انسان کے چہرے پر ایک نور لاتی ہے جو بڑا متوجہ کرنے والا ہوتا ہے۔ انبیاء میں یہی نور ہوتا ہے جو انسانوں کو اپنی طرف بڑے ہی غیر معمولی طور پر کھینچتا ہے اور دیکھنے والے کو یہ نظر آتا ہے کہ ایسا شخص خدا کی گود میں بیٹھا ہے۔ عبادتِ الٰہی انسان کو معرفت اور محبتِ الٰہی بخشتی ہے۔ ایسی معرفت اور محبت جو باقی سب سے فارغ کر دیتی ہے اور اسے ہر وقت اپنے اندر محو رکھتی ہے۔ ایسے شخص کے پاس بیٹھنے والا اس کی کششوں کو محسوس کرتا ہے۔



ہمارے لئے اخلاق میں اعلیٰ نمونہ دکھانا ایک لحاظ سے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ انسانوں کے ساتھ جو واسطہ پڑتا ہے اگر اس میں اعلیٰ نمونہ ہو تو اس دین کی صداقت کا پیغام بہت جلد ان تک پہنچتا ہے۔ سچائی، امانت، دیانت، گفتگو میں شیرینی، مزید برآں بدزبانی اور غیبت سے پرہیز، جذباتِ عداوت کو نزدیک نہ آنے دینا، انسانوں کی ہمدردی سے پر ہونا، بھائیوں سے شفقت اور رأفت کا سلوک کرنا، کسی کے دل کو نہ دکھانا، حسد نہ کرنا، ہر ایک کی خیر خواہی کرنا، فحشاء سے کُلّی پرہیز کرنا، لغو مجلسوں میں نہ بیٹھنا، لغو کاموں میں وقت ضائع نہ کرنا، یہ ایسے اخلاق ہیں جو لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے ہیں تب وہ اس سرچشمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو ان اخلاقِ حسنہ کا موجب ہوتا ہے۔ ہم نے تمام دنیا کے قلوب کو فتح کرنا اور انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

قدموں میں لا کر ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل سے ہماری تمام کمزوریوں کو دُور کرتا ہوا ہمارے اندر ایسی روشنی پیدا کرے جو ارد گرد کے تمام اندھیروں کو دُور کر دے یہاں تک کہ دُنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسلام واقعی ایک زندہ مذہب ہے اور ساری برکتیں اسی میں ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی کے طفیل اس جماعت کو ایک اچھا نمونہ پیش کرنے کی توفیق دی ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ہمارا باقی سب کے ساتھ ایسا نمایاں فرق ہونا چاہیئے کہ وہ ان کے لئے صداقت کی طرف رہنمائی کا موجب ہو سکے۔

اے اللہ تُو اپنے فضلِ بے پایاں سے ہم عاجزوں کی کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں ایسی اخلاص سے بھری ہوئی قربانیوں کی توفیق عطا فرما جو تجھے بہت ہی راضی کرنے والی ہوں اور تیری مخلوق کے لئے ہدایت کا موجب بن سکیں۔ ہم بہت ہی عاجز ہیں۔ تُو اپنی قدرت نمائی فرما تا کہ وہ کام جو ہم نہیں کر سکتے تیری قدرت اور تیرا رحم سرانجام دے اور ساری مخلوق تیرے محبوب اور پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ کر پناہ لے اور دُنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ اللّٰھُمَّ آمین ثُمَّ آمین ٭



# ایک خاص فساد اور اس کی مضرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"عمل صالح وہ ہے جس میں کوئی فساد نہ ہو۔ اگر انسان کچھ دین کا بننا چاہے اور کچھ دنیا کا بننا چاہے تو یہ محض ایک فساد ہے۔ ایسی حالت سے بچنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔ عمل صالح وہ ہے جو محض خدا تعالیٰ کے واسطے ہو۔ پھر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی پرورش آپ کرتا ہے اور اس کے واسطے گزارہ کی صورتیں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۹۶-۹۷)

# "نیکیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہو!"

(محترم مولانا غلام باری صاحب سیف۔ ربوہ)



اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؁ (النور آیت ۲۲)

اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ جان لے کہ شیطان بدیوں اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور اگر اللہ کا فضل اور رحم تم پر نہ ہوتا تو کبھی بھی تم میں سے کوئی پاکباز نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاکباز بنا دیتا ہے اور اللہ بہت دعائیں سننے والا بہت جاننے والا ہے۔



سورۃ نور کی اِس آیت سے اللہ تعالیٰ ہماری اِس طرف راہنمائی فرماتا ہے کہ نیکیوں کی توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی نصیب ہوتی ہے، تزکیۂ نفس میسّر نہیں ہوتا اگر رحمتِ باری دستگیری نہ فرماتے۔ سورۃ نساء کی یہ آیت بھی اسی مضمون کی مؤید ہے۔ فرمایا:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

## تزکیۂ نفس کا دعویٰ نہ کرو



اور قرآن مجید کی ایک تیسری آیت تو ہماری اِس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ تزکیۂ نفس کے اعلان سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کسے تزکیہ حاصل ہے۔ فرمایا:۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (سورۃ نجم آیت ۳۳)

اور حق یہی ہے کہ تزکیۂ نفس یا تقویٰ کا دعویٰ کوئی معمولی امر تو نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "بیان درجات الخوف واختلافه في القوة والضعف" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"قال الفضيل بن عياض: اذا قيل لك هل تخاف الله فاسكت

فانّك إن قُلْتَ "لا" كَفَرْتَ وإن قُلْتَ "نَعَمْ" كَذَبْتَ واشار به الیٰ انّ الخوفَ هو الّذی یکفّ الجوارحَ عن المعاصی و یقیّدها بالطاعة و ما لم یُؤَثِّرْ فی الجوارحِ فهو حدیثُ نفسٍ وحرکةُ خاطرٍ لا یُستَحقّ ان یسمّٰی خوفًا۔" (احیاء علوم الدین جلد چہارم ص۱۵۰)

فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ اے شخص! اگر تجھ سے کہا جائے کیا تو خدا تعالےٰ کا خوف رکھتا ہے؟ تو تو چُپ رہ۔ کیونکہ اگر تو کہے "نہیں" تو تُو نے کُفر کہا اور اگر تُو کہے "ہاں" تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ خوف تو جوارح کو گناہ سے روک دیتا ہے اور انہیں طاعتِ باری تعالیٰ پر لگائے رکھتا ہے۔ اور جب تک خوف کا اثر جوارح پر ظاہر نہ ہو یہ محض حدیثِ نفس ہے خوف کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔

پس یہ میدانِ خوف ہے جسے خدا کے فضل کے بغیر عبور نہیں کیا جا سکتا۔ مامورِ زمانہ خادمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"فلا تزکّوا انفسکم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معصوم اور محفوظ ہونا تمہارا کام نہیں ہے خدا کا ہے۔ ہر ایک نور اور طاقت آسمان سے ہی آتی ہے۔" (ملفوظات جلد ششم ص۴)



اسی جلد کے ص۳۶۹ پر آپ کے ارشاد کو یوں محفوظ کیا گیا ہے:۔

"کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک خدا اسے پاک نہ کرے۔ جب تک اتنی دعا نہ کرے کہ مر جاوے تب تک سچا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہیئے۔"



حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام نے جو کچھ سیکھا اُس مقدس درسگاہ سے سیکھا جس کے معلّم اور ربانی آمنہؓ کے لعل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس بارہ میں آپؐ کی دُعا امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں یوں نقل کی ہے۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں فریاد کناں ہیں:۔

اللّٰھمّ اھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا اِلّا انتَ واصرِف عنّی سیّئتھا لا یصرف عنّی سیّئتھا اِلّا انتَ۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

اے بارگاہِ الٰہ میری احسن اخلاق کی طرف آپ راہنمائی فرمایئے کہ آپ کے سوائے اس طرف راہنمائی کوئی نہیں کر سکتا اور مجھ سے بداخلاقی کو دُور کر دیجئے کہ اس سے دُوری

آپ کے علاوہ کون بخش سکتا ہے۔

اور تزکیۂ نفس نام ہے اخلاقِ رذیلہ کو ترک کرنے کا۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ملفوظات جلد نہم صفہ ۲۸۱ پر یوں محفوظ ہے:۔

"جب تک کُل اخلاقِ رذیلہ کو ترک نہ کیا جائے تزکیۂ نفس کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔"

## تزکیۂ نفس اور انکساری

پس تزکیۂ نفس بجز فضلِ خدا حاصل نہیں ہوتا اور اس کا دعویٰ مقامِ خوف ہے۔ یہ وہ منزل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جتنا اس میں متقی آگے بڑھتا ہے وہ انکساری اور عاجزی کا مجسّمہ بن جاتا ہے اور وہ یہی کہتا ہمیں نظر آتا ہے ؎

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ؛ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

فخر و مباہات کی وہاں جا نہیں کہ اسے جو کچھ حاصل ہو رہا ہے اپنے عمل سے، نہیں، فضلِ الٰہی سے ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کو شاگردِ محمدؐ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبّر اور فخر نہ کرے۔ نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی .... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے، وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دُور کر دے پس سچّی معرفت اس کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئے محض سمجھے اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)



آئیے میں آپ کو دکھاؤں اس منزل کے مسافر ہماری کیا راہنمائی کرتے ہیں۔ یہاں جتنا کوئی آگے بڑھتا ہے اُتنا زیادہ عجز کا اظہار کرتا ہے۔ ؏

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس منزل میں سب سے اگلے مسافر کو جو سُنا تو اُس امام المعصومین، فخر المطہّرین، تاج المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز ہماری ماں عائشہؓ کی وساطت سے سُنائی دی:۔

لن یُدخِلَ احداً مِنکُم عَمَلُہُ الجَنَّۃَ قَالُوا وَلَا انتَ یارسُولَ اللّٰہِ قَالَ

ولا انا الا ان یتغمدنی اللّٰہ بمغفرۃ منہ ورحمۃ۔ (مسلم جلد ثانی باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ تعالیٰ)

کہ کسی کو جنت میں اس کے اعمال نہیں لے جائیں گے یعنی کسی کو رضائے خداوندی اُس کے عملوں کی وجہ سے نصیب نہ ہوگی۔ آپ کے پیچھے چلنے والوں نے پوچھا۔ خدا کے قرب کی ہر منزل طے کرنے والے محبوب ہادی! آپ کے عمل تو حصولِ جنت میں لے جانے کا موجب ہیں، فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے سہارے ہی جنت نصیب ہوگی۔

آپؐ کے ایک اور ساتھی جنہیں آپ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی آپؐ کے نقشِ قدم کی اتباع کرنے والے ــــ میری مراد حضرت عمر فاروقؓ سے ہے ــــ ہاں ہاں وہی عمرؓ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اُمتِ مُسلمہ کی بہبود کے لئے خرچ ہوا اور جو راتوں کی تنہائی میں بیوگان کی خبرگیری کرتے اور دوپہر کی جھلس دینے والی گرمی میں بیت المال کا اونٹ ڈھونڈتے۔ وہی عمرؓ جنہوں نے وفات کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا تھا میرا سر تکیہ سے نیچے رکھ دے۔ شاید میرے خدا کو میری اِس بے بسی پر رحم آجائے۔ وہ کہتے ہیں:۔

لَوْ نُوْدِیَ لِیَدْخُلَ الْجَنَّۃَ کُلُّ النَّاسِ اِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا لَخَشِیْتُ اَنْ اَکُوْنَ ذٰلِکَ الرَّجُلَ۔ (احیاء علوم الدّین جلد چہارم صفحہ ۱۶۵)

اگر آواز آئے کہ ہر دوزخی جنت میں داخل ہوگا سوائے ایک آدمی کے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ آدمی میں ہی نہ ہوں۔



اور ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کی گھبراہٹ دیکھ کر ابن عباسؓ نے کہا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ رسولِ خدا اِس دنیا سے جب رخصت ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے، ابوبکرؓ راضی تھے، آپ کو دونوں کی صحبت میسر رہی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ خدا کا احسان تھا لیکن مجھے گھبراہٹ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں یعنی اُمتِ محمدؐ کی ہے۔ اور فرمایا:۔

واللّٰہ لو ان لی طلاع الارض ذھبًا لافتدیت بہ من عذاب اللّٰہ عزّ وجلّ قبل ان اراہ۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ)

یہ عاجزی اور انکساری اور خوفِ خدا نہیں تو اور کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے جنت کی بشارت پانے والے بھی لرزاں اور ترساں ہیں۔ شفاعت کی حدیث کے اس حصہ کا تعلق بھی اسی مضمون سے ہے، جب سب انبیاء علیہم السلام کہیں گے نفسی نفسی کہ ہمیں تو آج خود اپنا خوف ہے۔

دن کو روزہ سے رہنے والے اور ساری رات تہجد پڑھتے رہنے والے صحابی حضرت ابودرداؓ فرماتے ہیں :-

لوددت انی کنت شجرۃ تعضد (ترمذی ابواب باب ماجاء فی خشیۃ اللہ)

اے کاش میں درخت ہوتا کاٹ کر پھینک دیا جاتا اور میرا حساب نہ ہوتا۔

مسیح پاکؑ کے نور سے استفادہ کرنے والے ان کے مقدس فرزند حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کو لکھتے ہیں۔ مولوی صاحب! دعا فرماویں اللہ تعالیٰ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے اُن لوگوں میں شامل کرے جو بغیر حساب کے جنّت میں جائیں گے۔ (حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمّت کے ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنّت میں جائیں گے) کیونکہ مجھ میں میرے خدا کے سامنے کھڑا ہونے کی تاب نہیں ہے۔

مسیح پاکؑ کی لختِ جگر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی اسی مضمون کو اِن اشعار میں ادا کیا ہے

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے ÷ کھلا تو ہے تری جنّت کا باب جانے دے
مجھے تو دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے یونہی ÷ حساب مجھ سے نہ لے بے حساب جانے دے
سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر ÷ جواب مانگ نہ لے "لاجواب" جانے دے

یہی خوف اور انکساری ہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میر منشی حضرت حنظلہؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا نافق حنظلۃ حضور! حنظلہ منافق ہو گیا۔ ارشاد ہوا حنظلہ کیا ہوا؟ عرض کیا آپؐ کی مجلس سے ہٹ کر گھر جاتے ہیں تو دل کی کیفیت وہ نہیں رہتی جو آپؐ کی مجلس میں ہوتی ہے۔ اِس درجہ دقیق محاسبہ کرنے والے صحابی سے حضرت عمرؓ پوچھا کرتے ھل یعرف بہ من آثار النفاق شیئًا (احیاء علوم الدین جزو چہارم ص ۱۶۵)

حنظلہ! کہیں مجھ میں نفاق کی کوئی علامت تو نہیں پائی جاتی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم جو دس برس تک حضورؐ کی خدمت میں رہے وہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-



کلّ ابن آدم خطاءٌ وخیر الخطائین التوابون (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

ہر ابن آدم خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہے جو خدا کے حضور جھکتا ہے۔

پس قرآن مجید، حدیث، اقوالِ سلف ہماری اسی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ تزکیہ اللہ تعالیٰ کے فضل

کے بغیر نہیں ہوسکتا اور اس کا دعویٰ بہت بڑی جسارت ہے۔ اور یہ کہ اپنے اعمال پر نازاں ہونے کی بجائے لرزاں دل، بریاں سینہ اور گریاں آنکھ سے اُس کی رحمت کا طلبگار ہو۔ ادب، خوف اور انکساری کو کبھی ترک نہ کرے کہ شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے۔عیاض بن حماد راوی ہیں :۔

تَوَاضَعُوا حتّٰی لا یفخر احدٌ علیٰ احدٍ۔ (مسلم)

عاجزی اور انکساری ایسے طور کرو کہ کوئی کسی پر اپنے آپ کو ترجیح نہ دے۔"

اَنَا خیرٌ منہ کا نعرہ اس جادۂ راہ کے مسافر کو راس نہیں۔



## تزکیۂ نفس کے طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو نفوس کے تزکیہ کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، تزکیۂ نفس کے طریق بیان فرماتے ہوئے یوں فرماتے ہیں :۔

"تزکیہ جس کو اخلاقی تزکیہ کہتے ہیں بہت ہی مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس فضل کے جذب کرنے کے لئے بھی وہی تین پہلو ہیں۔ اوّل مجاہدہ اور تدبیر۔ دوم دُعا۔ سوم صحبتِ صالحین۔" (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۸۴)

اور جلد ہشتم صفحہ ۲۹۱ پر تزکیۂ نفس کا ذریعہ "اتباعِ رسولؐ" بیان فرمایا۔

اور یہ تینوں طریق قرآن مجید سے اور ارشادِ رسولؐ سے ہی ماخوذ ہیں۔ مجاہدہ اور تدبیر کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت آیت ۷۰) کہ جو ہم کو پانے کی کوشش کرتے ہیں ہم اُن کی خود اپنی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

حضورؐ کے مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ نماز میں کھڑے ہو ہو کر حضورؐ کے پاؤں متورّم ہو گئے تھے۔ دیکھنے والوں کو آپؐ پر ترس آجاتا۔ (ریاض الصالحین باب فضل قیام اللیل) رات کی تنہائی میں اُس کے حضور یوں روتے کہ سینہ میں سے اُبلتی ہنڈیا کی مانند آواز آتی۔ (ابوداؤد اور ترمذی)

دُعا کے بارہ میں تو اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اِس راہ کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم خود دُعا فرمایا کرتے تھے :۔

اللّٰھمّ اغسل خطایای بماء الثّلج والبرد وانقِ قلبی من الخطایا کما نقّیتَ الثوب الابیض من الدّنسِ و باعِد بینی وبین خطایایَ کما باعدتَ بین المشرق والمغرب۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

اے اللہ! میری خطاؤں کو دھو ڈال اور میرے دل کو پاک و صاف کر دے اور میری

خطاؤں کے اور میرے درمیان اس قدر دوری کر دے جتنی مشرق و مغرب میں ہے۔
محبتِ صالحین اور اتباعِ رسولؐ قرآن مجید کی اِس آیت سے ثابت ہے :۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران آیت ۳۲)

## خطاکاروں کو مژدہ

تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے، اگر اُسے بیان نہ کیا جائے تو مکمل تصویر سامنے نہیں آئے گی۔ اور وہ ہے رحمتِ خداوندی۔ خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہے، اعلان کر دیجئے نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (حجر آیت ۵۰) میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہوں۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف آیت ۱۵۷) كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام آیت ۱۳)



حضورؐ فرماتے ہیں خدا کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ رحمت کے سو حصے کر کے صرف ایک حصہ دنیا میں بھیجا۔ اس ایک حصے کے یہ سب مظاہر ہیں جو مختلف جگہ آپکو ساری دُنیا میں نظر آ سکتے ہیں۔ ننانوے حصے اُس کے پاس ہیں۔ (ریاض الصالحین باب الرجاء) حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب بندہ خدا کی طرف چلتا ہے تو خدا اُس کی طرف دَوڑ کر آتا ہے۔ آپؐ خدا کا پیغام ہمیں سناتے ہیں :۔

قال اللہ تبارك وتعالٰی یا ابن اٰدم انك ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لك علٰی ما كان فیك ولا اُبالی یا ابن اٰدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لك ولا اُبالی یا ابن اٰدم انك لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرك بی شیئًا لاتیتك بقرابها مغفرةً۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم تُو نے جو مانگا اور امید کی تھی تجھے دیا۔ میں نے تیرے سب گناہ بخش دیئے۔ اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچے ہوئے ہوں اور تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں تجھے بخش دونگا اور اگر تیرے گناہوں سے زمین کی تمام سطح بھر جائے اور تُو شرک نہ کرتا ہو تو مَیں مغفرت بھی زمین بھر کے تجھے دوں گا۔

آیئے یہ بشارت سُن کر مسیح پاکؑ کے ہمنوا ہو کر عرض کریں ؎

اے خداوندِ من گناہم بخش ❊ سُوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم ❊ پاک کُن بہ گناہِ پنہانم

# "اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

(مکرم اخوند فیاض احمد صاحب - لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہام:

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

سترہ مرتبہ نازل ہوا۔ تذکرہ میں اس الہام کی سب سے پہلے نزول کی تاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۰۲ء درج ہے۔ آخری مرتبہ یہ الہام ۲۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا۔ یعنی دعویٰ نبوت کے ابتدائی زمانہ سے لے کر حضورؑ کے قربِ وفات تک یہ الہام تکرار کے ساتھ حضورؑ پر نازل ہوتا رہا۔ آخری مرتبہ جب یہ الہام نازل ہوا تو اس سے پہلے بھی اور بعد بھی متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بارہ میں الہامات کا نزول ہوتا رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہام نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے بعض اہم واقعات سے تعلق رکھتا ہے بلکہ اس میں حضورؑ کی وفات کے بعد آئندہ زمانہ کے متعلق بھی پیشگوئیاں ہیں۔



ابتداءً اس عظیم الشان الہامِ الٰہی کا تعلق اُس ہیبت ناک اور مہلک وبا طاعون کے ساتھ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشان کے طور پر اور گزشتہ پیشگوئیوں کے عین مطابق برصغیر ہند و پاک میں پھیلی تھی۔ چنانچہ ۲۸ اپریل ۱۹۰۲ء کو جب یہ الہام پہلی مرتبہ نازل ہوا تو اس سے پہلے طاعون کے بارہ میں الہامات حضورؑ پر مسلسل نازل ہو رہے تھے اور چند دن پہلے ایک شدید معاند یعنی چراغ الدین جمونی مع اپنے دو بیٹوں کے حضورؑ کی پیشگوئی کے عین مطابق مر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ طاعون جو حدیثِ نبویؐ کی رُو سے مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان تھی، اس نشان کے عین وقت پر ظاہر ہونے کے ساتھ مزید نشان بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں دکھائے جو مومن اور منافق نیز دوست اور دشمن میں نمایاں فرق کرنے والے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی:-

"اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ - اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنْ اِسْتِکْبَارٍ ۔ وَ

اُحَافِظُكَ خَاصَّةً۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔

یعنی ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے۔ بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اونچا کریں۔ اور میں تجھے خصوصیّت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔" (نزول المسیح)

نیز حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اُس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پَیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تاکہ وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پَیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو۔ یہ حکمِ الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کوئی ضرورت نہیں۔" (کشتی نوح)

حضورؑ "الدّار" یعنی گھر کی چار دیوار کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اِس خشت و خاک کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پَیروی کرتے ہیں میرے رُوحانی گھر میں داخل ہیں۔" (ایضاً)

دُنیا میں اِس عظیم الشان نشان کی عظمت و شوکت کے اظہار کے لئے، جیسا کہ حضورؑ کی تحریر سے واضح ہے، حضورؑ نے دار المسیح میں مقیم مخلصین اور اپنے اُوپر سچا ایمان رکھنے والوں کو فرمایا کہ ان سب کو باوجود ہر طرف تباہی اور موتا موتی کے:۔

(طاعون کے) "ٹیکا کی کوئی ضرورت نہیں۔"



نیز حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور اُس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے۔ ناقل) مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتّوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں۔ اور عموماً تمام لوگ اِس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔" (کشتی نوح)

تاریخ گواہ ہے، عینی شاہد اب بھی موجود ہیں کہ اُس وقت جبکہ گاؤں کے گاؤں اور شہر در شہر برباد ی

کا شکار تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ پر سچا ایمان رکھنے والوں نے بغیر گھبراہٹ اور ہچکچاہٹ کے طاعون کے ٹیکہ سے پرہیز کیا اور اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں ہی وہ دن کاٹے۔ اور اگر شاذ کے طور پر کسی نے گھبراہٹ ظاہر بھی کی تو حضورؑ نے خود آگے بڑھ کر اُس کے ایمان کو مضبوط کرنے اور اُس کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ایک واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے جو یہ ہے :-

۱۴ مئی ۱۹۰۴ء۔ "آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی اور درد سر اور بخار کے عوارض کو دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گزرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اِس بات کی خبر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوئی تو آپؑ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ الہام اور یہ سب کاروبار گویا عبث ٹھہرا..... اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ اُس کی کتابوں پر ہے۔ (البدر جلد ۳ نمبر ۱۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے واضح ہے کہ خاص حفاظت کا وعدہ اِن تین قسم کے افراد پر چسپاں ہوتا ہے :-



**اوّل**۔ دار المسیح میں مقیم افراد۔ جن میں حضور اقدسؑ، حضورؑ کے اہل و عیال اور خدام شامل ہیں۔

**دوم**۔ وہ تمام لوگ بھی جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُوری پیروی کی اور گویا حضورؑ کے روحانی گھر میں داخل ہوگئے۔

**سوم**۔ عموماً قادیان یعنی مرکز احمدیت میں رہنے والے افراد۔

حضورؑ کو ۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا :-

اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ۔ لَکُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۳۹)

ترجمہ :- "مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ تمہاری اِس دُنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ مَیں اُن سب کی حفاظت کروں گا جو اِس دار میں ہیں۔"

نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "الدّار" سے مراد مادی دار کے علاوہ روحانی دار بھی لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص حفاظت کا وعدہ مادی وباؤں کے علاوہ ہر قسم کے روحانی فتنوں اور رُوحانی بیماریوں کے مقابل بھی پُوری طرح "کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ"

کے حق میں قائم ہے۔ اِس رُوحانی حفاظت والے پہلو کا عظیم الشان ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر قیامِ خلافتِ حقّہ احمدیہ کی صورت میں ہوا، جبکہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک اعلان اِن الفاظ میں شائع کیا:۔

"حضور کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپؑ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیّت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعودؑ و باجازت حضرت اُمّ المومنین کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سَو تھی والامناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین سلمہٗ کو آپؑ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔"

(ضمیمہ الحکم ۳۰ر مئی ۱۹۰۸ء)

خواجہ صاحب کے اعلان میں "اقربا حضرت مسیح موعودؑ" اور حضرت سیّدہ اُمّ المومنینؓ کے مشورہ اور اجازت کا خصوصی ذکر اِس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ابتدا سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور پیشگوئیوں کے مطابق جماعت احمدیہ اِس یقین پر قائم چلی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے "کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ" کی رُوحانی حفاظت کا بھی خاص وعدہ ہے مگر افسوس بعض لوگ اِس معرفت پر قائم نہ رہ سکے اور بعد میں ٹھوکر کھا کر خلافتِ احمدیہ اور مرکزِ احمدیت سے دُور چلے گئے۔

اِس عظیم الشان حفاظتِ روحانی کی نعمت سے محروم رہنے والے گروہ کی طرف اشارہ اِن الہامی الفاظ میں ہے :۔



"اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ۔"

چنانچہ ایک مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"آج میری زبان پر یہ الہام جاری تھا:

"اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ۔"

اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنے ہیں۔ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ متنبہ رہیں تقویٰ پر قائم رہیں۔ ....."

(البدر جلد ا نمبر ا)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی اہل و عیال و ذرّیت کے علاوہ رُوحانی اہل اور رُوحانی اولاد میں سے تقویٰ اور اطاعتِ امام کا دم بھرنے والے بھی ہمیشہ حفاظتِ الٰہی میں رہنے والے ہوں گے لیکن

بڑائی اور تکبر کا طریق اختیار کرنے والے اِس حفاظت کے وعدہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔ فَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

۱۹۰۲ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہام

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

نازل ہوا اُسی سال حضورؑ کا یہ رؤیا بھی سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہوا :۔

"ایک عرصہ ہوا مَیں نے خواب دیکھا تھا کہ گویا میر ناصر نواب ایک دیوار بنا رہے ہیں جو فصیلِ شہر ہے۔ مَیں نے اُس کو جو دیکھا تو خوف آیا کیونکہ وہ قدِ آدم بنی ہوئی تھی۔ خوف یہ ہوا کہ اُس پر آدمی چڑھ سکتا ہے۔ مگر جب دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ قادیان بہت اونچی کی گئی ہے اِس لئے یہ دیوار دوسری طرف سے بہت اونچی ہے۔ اور یہ دیوار گویا ریختہ کی بنی ہوئی ہے۔ فرش کی زمین بھی پختہ کی گئی ہے۔ اور غور سے جو دیکھا تو وہ دیوار ہمارے گھروں کے اردگرد ہے اور ارادہ ہے کہ قادیان کے گرد بھی بنائی جاوے۔ شاید اللہ رحم کر کے اِن بلاؤں میں تخفیف کر دے۔"

(الحکم مؤرخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۲ء)

یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ ظاہری طور پر ایک خاص رنگ میں الہام :۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

اور یہ رؤیا بھی ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت کے ایّام میں نہایت روشن طور پر پُورے ہوئے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اَور الہامات یہ ہیں :۔

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّھَا وَمَقَامُھَا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اَعْطَیْتُکَ کُلَّ النَّعِیْمِ" (الحکم جلد ۸ نمبر ۱۹)

"اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ اُرِیْکَ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ" (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۸)

"دیکھا کہ زلزلہ آیا ہے۔ پھر الہام ہوا :۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔

اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ" (بدر جلد ۲ نمبر ۳۲)

ان اور ایسے ہی دوسرے تمام الہامات میں آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئیاں ہیں جن میں بعض اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور بعض انشاء اللہ آئندہ پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ تمام مادی اور روحانی فتنوں اور حوادث و زلازل کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ:

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

جیسا کہ آج تک نہایت شان کے ساتھ پورا ہوتا چلا آیا ہے ہر احمدی اس یقین پر قائم ہے کہ یہ وعدہ آئندہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل اور اولاد و نسل، اور حضورؑ اور حضور کے خلفاء کی سچی اطاعت کرنے والے متقی افراد کے حق میں انشاء اللہ تا قیامت پورا ہوتا چلا جائے گا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٭

---

# خدائی نشانوں کی ناقدری نہ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:



"نشانوں کی ناقدردانی دو طرح سے وقوع میں آتی ہے۔ ایک کفر و انکار سے اور ایک اس طرح سے کہ دو روز تک اس کے وقوع کے بعد واہ واہ کی جائے اور پھر اسے قطعاً فراموش کر ڈالا جائے اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت اس کے وقوع کے بعد نئے سرے دل پر وارد نہ کی جائے سو میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کا بھی یہی حال ہے کہ نشانِ الٰہی کی چنداں پروا نہیں کرتے اور غفلت اور تساہل سے وقت گزارتے ہیں اور اکثر ان میں ایسے ہیں کہ سوز و گداز ان کے افعال میں نظر نہیں آتا۔" (بدر ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء)

# گھانا میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا ایک درخشاں پہلو

## میں منعقدہ مجلس مذاکرہ میں احمدی مبلغ کی ٹھوس اور پُرمغز تقریر

اکتوبر ۱۹۶۹ء کے دوسرے ہفتہ میں گھانا کے دارالحکومت اکرا کے کمیونٹی سنٹر میں "سنٹر فار سوک ایجوکیشن" کی اکرا برانچ کے زیر اہتمام ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی تھی۔ موضوع زیر بحث تھا "مسلمان اور جدید تعلیم"۔ اس مذاکرہ میں جماعت احمدیہ گھانا کے امیر اور مبلغ انچارج مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ آپ نے مذاکرہ میں حصہ لیتے ہوئے انگریزی میں جو تقریر فرمائی وہ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی مشنوں نے دیگر افریقی ممالک کی طرح گھانا میں بھی وسیع پیمانہ پر سکول قائم کر کے کس طرح مسلمان طلباء کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی مہم جیلا رکھی تھی اور یہ کہ اب وہاں جماعت احمدیہ پہلی بار خود مسلمانوں کے اپنے تعلیمی ادارے قائم کر کے اس میدان میں بھی عیسائیت کا کامیاب مقابلہ کر رہی ہے اور اس طرح مسلمان نوجوانوں کو عیسائیت کے دامِ تزویر میں پھنسنے سے محفوظ کرنے کے لئے عظیم جدوجہد میں مصروف ہے۔ ہم ذیل میں مکرم کلیم صاحب کی تقریر کے اس خلاصہ کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جو ماہنامہ "تحریک جدید" (انگریزی) بابت دسمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے۔



مکرم کلیم صاحب نے اپنی تقریر کے آغاز میں قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علومِ جدیدہ حاصل کرنے کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی نیز ازمنہ گزشتہ میں مسلمانوں کے علمی کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد واضح فرمایا کہ ماضی میں مسلمانوں نے تہذیب و تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے نت نئے سائنسی علوم و فنون کی بنیاد رکھنے میں نہایت قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔

اسی تسلسل میں آپ نے مزید فرمایا علومِ جدیدہ کی تحصیل سے متعلق اسلام کی ایسی واضح تعلیم اور ازمنۂ گزشتہ میں مسلمانوں کے ایسے عظیم الشان علمی کارناموں کے باوجود یہ امر بظاہر تعجب خیز ہے کہ اس ملک (یعنی گھانا) میں مسلمانوں کی اکثریت جدید تعلیم کو شجرِ ممنوعہ سے کم نہیں سمجھتی۔ اگر حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ امر منکشف ہوئے بغیر نہیں رہتا کہ یہاں کے مسلمان جدید تعلیم کو شجرِ ممنوعہ سمجھنے میں

بڑی حد تک حق بجانب تھے۔ وہ اس لئے کہ یہاں جدید تعلیم کا نظام ایسے ہاتھوں میں رہا ہے جو تعلیم و تدریس کی آڑ میں اُن کے بچوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ اپنے بچوں کے ایمانوں کی حفاظت کی خاطر ہمیشہ ہی جدید تعلیم سے دُور بھاگتے رہے۔ اُس وقت سے ہی کہ جب مختلف یورپی طاقتوں نے گولڈ کوسٹ (گھانا) میں اپنے قدم جمائے کرسچین مشنری سوسائیٹیز مختلف مغربی ممالک کی تنظیموں کی معاونت سے اِس ملک کو ہر قیمت پر عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی سر توڑ کوشش کرتی رہی تھیں۔ بعد ازاں جب برطانیہ نے دوسری یورپی طاقتوں کو مار بھگا کر گولڈ کوسٹ میں باقاعدہ اپنی حکومت قائم کر لی اور مختلف یورپی طاقتوں کی باہمی آویزش ختم ہو جانے کی وجہ سے امن کی فضا رونما ہوئی تو مشنری سوسائٹیوں نے گولڈ کوسٹ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی مہم کو اَور زیادہ تیز کر دیا۔ انہوں نے نئی نسلوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی نیّت سے وہاں کے معاشرتی اور مذہبی نظام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور پُورے گولڈ کوسٹ کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے لئے اپنے مشن سکولوں میں جدید تعلیم کو آلۂ کار بنانے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

آپ نے بتایا کہ عیسائی مشنز اکثر و بیشتر اپنے سکولوں میں ایک مسلمان طالب علم کو اُس وقت تک داخل نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنا اسلامی نام ترک کر کے عیسائی نام اختیار نہ کر لے۔ پھر رفتہ رفتہ کوشش یہ کی جاتی تھی کہ تعلیم مکمّل کرنے سے پہلے پہلے اسے بپتسمہ دیدیا جائے اور وہ عیسائی بن کر ہی سکول سے نکلے۔ اِس حقیقت کا اعتراف خود عیسائی سکالرز نے بھی کیا ہے (چنانچہ مسٹر جو رینڈارف (Mr. Joe Reindorf) نے جون ۱۹۶۶ء میں اپنے ایک مضمون بعنوان "گولڈ کوسٹ" میں لکھا:-

"مارچ ۱۹۵۶ء میں مجھے ہوسا قبیلے کی ایک لڑکی سے ملنے کا اتفاق ہُوا۔ اُس کی عمر چھ سال تھی اور اُس نے ایک مشہور رومن کیتھولک کونوینٹ بورڈنگ سکول میں پہلی ٹرم مکمّل کی تھی۔ اُس بچّی نے مجھے بتایا کہ سکول میں داخل ہونے کے بعد ابھی ایک ہفتہ پورا نہیں گزرا تھا کہ نئی داخل ہونے والی تمام غیر عیسائی لڑکیوں کو جن میں وہ خود بھی شامل تھی، بپتسمہ دیدیا گیا۔ بعد میں سکول کی "بڑی اماں" (Mother Superior) نے انہیں بتایا کہ اب تم سب عیسائی ہو۔ جب اُس بچّی کی ماں نے بچّوں کو عیسائی بنانے کے اِس طریق کے خلاف احتجاج کیا تو اُسے صاف کہہ دیا گیا کہ اگر تم چاہو تو اپنی لڑکی کو سکول سے اُٹھا سکتی ہو۔ چونکہ ایک اچھے پرائمری بورڈنگ سکول میں کسی لڑکی کو جگہ دلوانا بے انتہا مشکل ہے اِس لئے ماں کو اپنی بچّی کی تعلیم کی خاطر چُپ سادھنے میں ہی

عافیت نظر آتی۔"

آپ نے فرمایا یہ تھی وہ صورتِ حال جس نے مسلمانوں کو بالعموم اپنے بچوں کو سکولوں میں داخل کرانے سے باز رکھا۔ آجکل بھی ان مسلمان بچوں کو جو مشن سکولوں میں پڑھتے ہیں عیسائی عبادت اور انجیل کے پیریڈ میں شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ صرف ابتدائی تعلیم کے مدارس میں ہی نہیں بلکہ سیکنڈری سکولوں اور ٹریننگ کالجوں میں بھی نوجوانوں کو جبراً عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے چونکہ قریباً تمام تعلیمی اداروں کے سربراہ (خواہ وہ حکومت کے اپنے ادارے کیوں نہ ہوں) بالعموم عیسائی سکالرز ہوتے ہیں اس لئے اکثر و بیشتر مسلمان طلباء عیسائی ماحول میں ہی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ملک بھر میں ایک بھی تعلیمی ادارہ ایسا نہیں ہے جس میں وزارتِ تعلیم نے مسلمان طلباء کو اسلامی دینیات وغیرہ کی تعلیم دینے کے لئے کسی مسلمان استاد کو مقرر کیا ہو۔ اس میں شک نہیں استثناء کے رنگ میں بعض مثالیں ایسی بھی ہیں کہ بعض تعلیمی اداروں کے سربراہوں نے عیسائی ہونے کے باوجود مسلمان طلباء کے ساتھ رواداری برتنے کی کوشش کی۔ مجھے ذاتی طور پر ایک ٹریننگ کالج کے پرنسپل کے متعلق معلوم ہے کہ اس نے دنیوی مضامین پڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی امور میں اپنے مسلمان طلباء کی رہنمائی کی غرض سے کالج کے اسٹاف میں ایک مسلمان گریجوایٹ کو مقرر کرانے کی کوشش کی لیکن وزارتِ تعلیم نے اس کے تقرر کو منظور نہیں کیا۔ اب جبکہ ہم یہاں اس ملک کے مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے سوال پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں ہمیں اپنے غور و خوض کو تقریریں کرنے اور جدید تعلیم کے بارہ میں مسلمانوں کی بے حسی پر آنسو بہانے تک محدود نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ ہمیں اس مسئلہ کو خاطر خواہ طریق پر حل کرنے کی غرض سے مثبت اور مؤثر ذرائع تلاش کرنے چاہئیں۔



سب سے اوّل تو مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں اتحاد اور تعاون کا ہونا ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت یہ ہے کہ ایک مسلم ٹریننگ کالج کا قیام عمل میں لایا جائے۔ تیسرے یہ کہ ملک میں مسلمانوں کے ابتدائی اور سیکنڈری سکول کھولنے کے لئے متحدہ کوششیں عمل میں لائی جائیں جن میں طلباء کو پڑھانے کے لئے مسلمان اساتذہ کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ چوتھے یہ کہ حکومت سے پُرزور درخواست کی جائے کہ ایسے سکولوں میں جن میں مسلمان طلباء خاصی تعداد میں زیرِ تعلیم ہوں اُن کے مذہبی مفاد کی دیکھ بھال کے لئے ایک ایک مسلمان استاد مقرر کیا جائے۔

اسی طرح ٹریننگ کالجز میں مسلمان طلباء کو اسلامی علوم پڑھانے کی تربیت دینے کا بھی انتظام کیا جائے۔ اب تک اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی رہی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جملہ سکولوں میں مسلمان طلباء کی مذہبی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا ہے۔

حکومت سے یہ درخواست بھی کی جائے کہ وہ اس بات کا پورے خلوص کے ساتھ جائزہ لے اور اس امر کی نگرانی کرے کہ سکولوں میں عبادت کی آزادی سے متعلق قوانین پر کما حقہٗ عمل کیا جائے اور کوئی ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل کسی ایک مذہب سے تعلق رکھنے والے طلباء کو دوسرے مذہب کی عبادت میں شریک ہونے پر مجبور نہ کرے اور نہ ہی انہیں اس بات کا پابند کرے کہ وہ اپنی مذہبی کتابوں کے علاوہ کسی اور مذہب کی کتابوں کے پیریڈ میں ضرور شریک ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ جہاں تک جدید تعلیم حاصل کرنے کا سوال ہے مسلمان عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت پیچھے ہیں لیکن خود انتظامیہ بھی مسلمانوں کو جدید تعلیم سے برگشتہ کرنے کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ وہ مشن سکولوں اور ان سرکاری سکولوں کو جن کے سربراہ عیسائی ہیں اجازت دیتی ہے کہ وہ خود اس کے جاری کردہ قوانین کو کاغذ کے ایک بے مصرف پُرزہ سے زیادہ وقعت نہ دیں، یعنی کھلے بندوں ان کی خلاف ورزی کرتے رہیں۔

مسلمان بھی اس ملک کے اُسی طرح باشندے ہیں جس طرح دوسرے لوگ ہیں اور وہ بھی اپنے دوسرے ہم وطنوں کی طرح ٹیکس وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ گھانا کے شہریوں کی حیثیت سے اُن کے حقوق کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ قبل ازیں ان کی جو حق تلفی ہوتی رہی ہے موجودہ جمہوری حکومت کو اس کی پوری پوری تلافی کرنی چاہیئے۔



مکرم مولوی عطاء اللہ کلیم صاحب نے حاضرین کو یہ بھی بتایا کہ احمدیہ مسلم مشن کو جس کے گھانا میں وہ انچارج ہیں اس ملک کے مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ مشن ملک میں واحد مسلم ایجوکیشنل یونٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی یہ حیثیت وزارتِ تعلیم کی طرف سے تسلیم شدہ ہے۔ مشن فی الوقت چار سیکنڈری سکول اور ۳۶ پرائمری اور مڈل سکول چلا رہا ہے۔ ان تمام سکولوں میں اسلامی تعلیم کی پوری پوری سہولتیں موجود ہیں۔

آخر میں مکرم مولوی کلیم صاحب نے سنٹر فار سوک ایجوکیشن کے عہدیداروں سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کے اس خدشہ کو دور کرنے میں ہاتھ بٹائیں کہ فی زمانہ سکولوں میں کوئی انہیں اپنا عقیدہ ترک کر کے کوئی دوسرا عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے چرچ کو نیز سکولوں

اور اداروں کے عیسائی سربراہوں کو مشورہ دیا کہ وہ رواداری سے کام لیں اور اپنے مسلمان طلباء کے بارہ میں نرم پالیسی اختیار کریں۔ انہوں نے مسلمان بھائیوں کو یقین دلایا کہ احمدیہ مسلم مشن ان کی ہر ممکن خدمت بجالانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا۔ وہ ان کے ساتھ پُورا پُورا تعاون کرنے اور ہر ایسے اقدام میں جسے وہ اس ملک کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے مفید اور ضروری خیال کریں ان کے ساتھ دل و جان کے ساتھ شریک ہونے اور ان کا پُورا پُورا ساتھ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہے ؛

# رات دن دُعاؤں میں مصروف رہو



حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اگر دینِ الٰہی کے اعلاء اور تعظیم اور حرماتِ الٰہیہ کی ہتک کے انتقام کے لئے رُوح میں جوش اور قوت اور عقدِ ہمت نہ ہو تو یہ نمازیں نری جنتر منتر ہیں۔ اب وقت ہے گداز ہو ہو جائیں اور رات دن دُعاؤں میں مصروف رہیں۔ میں فکروں میں ہلاک ہو رہا ہوں۔ مگر دیکھتا ہوں کہ جماعت میں ہنوز یہ رُوح پیدا نہیں ہوئی۔ میں ان روکھی سوکھی نمازوں کا ہرگز قائل نہیں جو رسم و عادت کے پیرایہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ اسوقت دیکھتا ہے کہ کن لوگوں نے گزشتہ نشانوں کی قدر دانی کی اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کی وہ انہی کو آئندہ بھی مستفید ہونے کی توفیق بخشے گا۔" (بدر ۲۶ دسمبر ۱۹۰۷ء)

# عَلَمِ انعامی مجلس انصار اللہ

۱۳۴۸ ہش (۱۹۶۹ء) میں مجلس انصار اللہ کی کارکردگی کے لحاظ سے پہلی دس نمایاں کام کرنیوالی مجالس انصار اللہ کی فہرست درج ذیل ہے۔ **سرِ فہرست مجلس لائل پور شہر کا نام ہے اس طرح یہ مجلس عَلَمِ انعامی کی مستحق قرار دی گئی ہے۔** ۲۷ فتح ۱۳۴۸ ہش کو جلسہ سالانہ کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عَلَمِ انعامی اپنے دستِ مبارک سے مجلس انصار اللہ لائلپور کے زعیم صاحب اعلیٰ مکرم قریشی افتخار علی صاحب کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مجلس لائلپور کے لئے مبارک کرے آمین۔ باقی نو۹ مجالس بھی مبارکباد کی مستحق ہیں۔

(۱) مجلس انصار اللہ لائلپور، اوّل (۲) کراچی (۳) پشاور (۴) ربوہ (۵) کوئٹہ (۶) شیخوپورہ (۷) سرگودھا (۸) سیالکوٹ (۹) جھنگ صدر (۱۰) سکھر۔

---

# خدّام کا انصار اللہ میں داخلہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظور فرمودہ قاعدہ کے مطابق وہ خدام جو دَوران سال کسی تاریخ کو بھی چالیس۴۰ سال کی عمر کو پہنچیں وہ سب اکٹھے یکم صلح (جنوری) کو انصار اللہ کی تنظیم میں شامل ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق ایسے خدام جو گزشتہ سال کسی تاریخ کو بھی چالیس سال کی عمر کو پہنچے ہیں ان سب کو یکم صلح (جنوری) ۱۳۴۹ ہش (۱۹۷۰ء) سے انصار اللہ کی تنظیم میں شامل ہونا چاہیئے۔



زعماء / زعماء اعلیٰ انصار اللہ ازراہِ کرم اپنی اپنی مجلس کا جائزہ لیں اور گزشتہ سال کے دوران چالیس سال کی عمر کو پہنچنے والے سب خدام کو انصار اللہ کی تنظیم میں شامل فرمالیں اور اس کی رپورٹ دفتر مرکزیہ میں بھجوائیں۔ جزاکم اللہ

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

# حقیقی متقی تقوی کو ہر ایک پہلو سے اختیار کرتا ھے

## جب تک انسان ہر حال میں خدا کو مقدم نہیں رکھتا وہ متقی نہیں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :—

''حقیقی متقی وہ شخص ھے کہ جس کی خواہ آبرو جائے ، ہزار ذلت آتی ھو ، جان جانے کا خطرہ ھو ، فقروفاقہ کی نوبت آئی ھو تو وہ محض اللہ تعالی سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ھرگز نہ چھپاوے . . . . تقویٰ کے بھی مراتب ھوتے ھیں اور جب تک کہ یہ کامل نہ ھوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ھوتا ۔ ھر ایک شے وھی کار آمد ھوتی ھے جس کا پورا وزن لیا جاوے ۔ اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ھے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لے لینے سے اسے سیری حاصل نہ ھو گی ۔ اور نہ جان کو بچا سکے گا جب تک پوری خوراک کھانے اور پینے کی اسے نہ ملے ۔ یہی حال تقویٰ کا ھے کہ جب تک انسان اسے پورے طور پر ھر ایک پہلو سے اختیار نہیں کرتا تب تک وہ متقی نہیں ھو سکتا ۔ اور اگر یہ بات نہیں تو ھم ایک کافر کو بھی متقی کہہ سکتے ھیں کیونکہ کوئی نہ کوئی پہلو تقویٰ کا یعنی کوئی نہ کوئی خوبی اس کے اندر ضرور ھو گی ۔ اللہ تعالی نے محض ظلمت تو کسی کو پیدا نہیں کیا ۔ مگر تقویٰ کی یہ مقدار اگر ایک کافر کے اندر ھو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی ۔ کافی مقدار ھونی چاھئیے جس سے دل روشن ھو ، خدا تعالی راضی ھو اور ھر ایک بدی سے انسان بچ جاوے ۔ بہت سے ایسے مسلمان ھیں جو کہتے ھیں کیا ھم روزہ نہیں رکھتے ، نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ ۔ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ھو سکتے ۔ تقویٰ اور شئے ھے ۔ جب تک انسان خدا تعالی کو مقدم نہیں رکھتا اور ھر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ھو خواہ قوم کا ، خواہ دوستوں اور شہر کے رؤسا کا ، خدا تعالی سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا تعالی کے لئے ھر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ھوتا تب تک وہ متقی نہیں ھے ،،

(ملفوظات جلد ھفتم صفحہ ۴۷)